تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد

ماہنامہ
الحقیقہ
مجلہ پاکستان
فروری 2021

شانِ صاحبِ معراج

مظہرِ ربّ العلمین

کشمیر کو چل فوراً نذرانہ جاں لے کر
اُٹھ عشق وفا پیشہ! اللہ نبی وارث

5 فروری یومِ یکجہتی کشمیر

کشفِ معانی المکتوباتِ امامِ ربانیؒ

اداریہ
اسلام اور طرزِ حکمرانی

حضور نفیسِ شہرِ لاثانی اور اشاعتِ اسلام

قادیانیت شکن

مسائلِ دینیہ
دورِ حاضر کے مسائل کا قرآن و حدیث
کی روشنی میں حل

جراتوں اور شجاعتوں کا قافلہ رواں دواں

فہرست

نبی کا صدقہ

نبی کا صدقہ پیتے ہیں، نبی کا صدقہ کھاتے ہیں
نبی کا ہے سہارا ،اس سہارے جیتے جاتے ہیں

یہ خورد و نوش ہی کیا ہم تو ہر ہر دولت و نعمت
انہیں کے در سے پاتے ہیں، وہی دیتے دلاتے ہیں

ہمیں کیا ، رحمۃ للعلمیں کا ہے کرم سب پر
ہمیں کیا،سب نظروالے انہیں کے گیت گاتے ہیں

فرازِ کوہ پر پہنچیں تو پتھر وجد میں آئیں
بہاریں جھوم اٹھتی ہیں ، اگر وہ مسکراتے ہیں

فلک پر تو ازل سے محفل میلاد جاری ہے
وہاں صلوات وتسلیمات ہی پڑھتے پڑھاتے ہیں

ہم ان کا ذکر کرتے ہیں، بلائیں بھاگ جاتی ہیں
ہم ان کا نام لیتے ہیں تو غم تک بھول جاتے ہیں

بشر دے بھی تو کیا دے، ان کے احسانات کا بدلا
یہاں غم سے وہاں دوزخ سے جو اس کو بچاتے ہیں

جنھوں نے صدق دل سے کی وفاداری شہِ دیں سے
زمیں کیا، آسماں پر بھی وہ حکم اپنا چلاتے ہیں

جو کہلاتے ہیں داتا ،غوثِ اعظم ،شاہ لاثانی
وہ سارے اک انہیں کے فیض کے جلوے دکھاتے ہیں

بحمداللہ دیکھا ہم نے بھی ان کا درِ انور
وہ خوش قسمت ہیں جو ان کی گلی میں بار پاتے ہیں

وہاں پہنچیں تو لگتا ہے فرازِ عرش پر پہنچے
مہ و خورشید کو گویا ہمیں رستہ دکھاتے ہے

ہے یہ بھی نقشِ لاثانی کا فیضِ تربیت آسیؔ
مرے جیسے ہزاروں نعت سنتے اور سناتے ہے

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسیؔ

شبِ برات اور شعبان شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس-٦٣

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

اسلام اور طرزِ حکمرانی

اگر مسندِ اقتدار پر بیٹھنے والے اسلامی تعلیمات کا سرسری مطالعہ بھی کریں تو انہیں معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھ کر، پیوند لگا کھردرا لباس زیبِ تن فرما کر اور مٹی کے چھوٹے سے مکان میں رہتے ہوئے اسلامی ریاست کی سربراہی فرمائی۔ جبکہ ہمارے ہاں تو ڈائننگ ٹیبلز پر لذیذ ترین پکوان کھانے، امپورٹڈ سوٹ پہننے اور کئی کنال رقبے پر محیط ہر قسم کی آسائشوں سے مزین بنگلوں میں رہنے والے ہی وزارتوں اور حکمرانی کی مسند پہ فائز ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ جن کے لیے اپنی پر تکلف زندگی سے نکل کر کسی غریب کی کٹیا تک آنا جوئے شیر (دودھ کی نہر) لانے کے مترادف ہے۔ پاکستانی قوم کو چاہئے کہ ووٹ دینے کا معیار تبدیل کرے۔ اپنے اطوار بدلے تا کہ دین دار، ایمان دار اور جذبۂ خدمت سے سرشار لیڈرز کے ہاتھوں میں اقتدار آئے اور وطنِ عزیز کی کایا پلٹے۔ اسلام حکمرانوں میں کیسے اوصاف دیکھنا چاہتا ہے، اس ضمن میں حاکمِ کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرتِ اقدس اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان کا طرزِ حکمرانی ہمارے حکمرانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے، آیئے چند جھلکیاں ملاحظہ کیجئے:

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کسی کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر حرم شریف میں تشریف لے جاتے ہیں تاہم نہایت تیزی سے دوبارہ مسجد کی طرف آتے ہوئے نمودار ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اجمعین جو ابھی مسجد میں ہیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اس اچانک واپسی پر حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم صحابہ کے پاس پہنچ کر فرماتے ہیں کہ سونے کا یہ چھوٹا سا ٹکڑا گھر میں موجود تھا۔ مجھے تشویش لاحق ہوئی کہ کہیں یہ رات بھر گھر میں نہ رہے ورنہ میں قیامت کے دن اللہ پاک کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ اسے جلدی سے غربا اور مساکین میں تقسیم کر کے پھر واپس گھر تشریف لے گئے۔ وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس کیا تھا؟ کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا تکیہ، پیوند لگی ہوئی قبا اور کچھ ایسی دوسری چیزیں۔ ایک بات جو حالت نزع میں بھی نہیں بھولے وہ یہ تھی کہ میرے گھر (کاشانۂ اقدس) میں چند سکے موجود ہیں، میرے وصال سے پہلے انہیں تقسیم کر دیا جائے۔ یہ ہے والیِ کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا طرز زندگی۔ ایسا فقر یقیناً انہی کے شایانِ شان تھا۔

پاکستانی قوم کا اپنے حاکموں سے فقط اتنا تقاضا ہے اور اُن کی اِن سے امیدیں محض اس قدر ہیں کہ وطنِ عزیز میں ایسا اہتمام کر دیجئے کہ

کوئی پاکستانی بے گھر نہ رہے، کوئی بھوکا نہ سوئے، سردی میں کوئی غریب مناسب لباس نہ ہونے کے سبب ٹھٹھر کے نہ مرے، کوئی روزگار کو نہ ترسے، کسی کی بیٹی جہیز نہ ہونے کے سبب بیاہے جانے سے محروم نہ رہ جائے اور کوئی پاکستانی ایسا نہ ہو جو پیسے نہ ہونے کے سبب اپنا علاج کرانے سے قاصر ہو اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائے۔

خلیفۂ اوّل: تاجدارِ صداقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کپڑے کا تھان کندھے پر رکھے بازار جا رہے ہیں، اصحاب کبار رضی اللہ عنہم سامنے سے آجاتے ہیں جو وجہ پوچھتے ہیں، خلیفہ اول نے فرمایا کوئی کام تو کرنا ہی ہے، گھر کے اخراجات کہاں سے پورے ہوں گے۔ کپڑا بیچنے کیلئے بازار جا رہا ہوں۔ اصحاب نے کہاں، خلافت کا کاروبار کون چلائے گا؟ اب اصحاب کبار رضی اللہ عنہم سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں، آخر فیصلہ ہوتا ہے کہ بیت المال سے خلیفہ کا اتنا وظیفہ مقرر کیا جائے کہ جس سے زندگی کا تسلسل چلتا رہے۔ یہ وظیفہ کتنا تھا؟ ایک مزدور کی آمدن کے برابر جس سے فقط روکھی سوکھی چل سکے۔ اس لئے کہ یہ بیت المال ہے، جس پر ساری ریاست کے باشندوں کا برابر حق ہے۔ یہ کسی بادشاہ یا صدر کا خزانہ نہیں جسے دونوں ہاتھوں لوٹا جائے۔

اب خلیفۂ اول کی زندگی نہایت عسرت کی ہے، ان کی بیوی آخر انسان ہے، ایک دن آپ کے سامنے میٹھا کھانا کھانے کی خواہش کرتی ہیں۔ آپ کا جواب بس ایک ہی ہے کہ مجھے بیت المال سے یہی کچھ ملتا ہے۔ میٹھا بنانے کے لیے پیسے کہاں سے لاؤں؟ چند دن کے بعد وہ نیک خاتون کچھ پیسے لا کر دیتی ہیں کہ جا کر بازار سے سامان لے آئیں، آج میٹھا کھائیں گے (خلیفہ کے پاس خدام کی فوج نہیں ہوتی تھی، چنانچہ سودا سلف انہیں خود لانا ہوتا تھا) آپ بیوی سے پوچھتے ہیں کہ پیسے کہاں سے آئے؟ وہ جواب دیتی ہیں جو وظیفہ آپ کو ملتا تھا اس میں سے چن دن کیلئے ذرا زیادہ تنگی سے کام لے کر گھر کا خرچ چلاتی رہی تا کہ اتنے پیسے بچ جائیں جن سے میٹھا بن سکے۔ خلیفہ اول وہ پیسے لے کر سیدھے بیت المال کے خزانچی کے پاس جا کر اسے بتاتے ہیں کہ میرے وظیفے میں سے میری بیوی اتنے پیسے بچا سکتی ہے، یعنی جتنا وظیفہ مجھے ملتا ہے اس سے کم پر گزارا کیا جا سکتا ہے، لہٰذا آئندہ سے اتنے پیسے کم کئے جائیں۔

خلیفۂ ثانی: تاجدارِ عدالت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور آتا ہے بائیس لاکھ مربع میل سلطنت کے حاکم بنتے ہیں۔ مدینہ کے باسی آرام کی نیند سوئے ہوتے ہیں اور آپ گلی گلی گھوم کر دیکھا کرتے ہیں کہ کوئی تکلیف میں تو نہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ آپ سو گئے تو بے شمار فتنے جاگ اٹھیں گے اور یہ کہ اللہ اور اس کے بندوں دونوں کا روزانہ حساب چکانا ہے۔ ایک رات دورانِ گشت شہر سے باہر نکل گئے۔ ایک جھونپڑے سے فریاد کی آواز سنائی دی۔ قریب جانے پہ معلوم ہوا کہ ایک مسافر بدو کی بیوی زچگی کی حالت میں ہے۔ اس کا یہاں کوئی مددگار نہیں۔ جھونپڑے کے آگے بھوکا پیاسا نہایت ہی پریشان بیٹھا ہے۔ وہ آپ کو نہیں پہچانتا۔ آپ انہی قدموں واپس مڑتے ہیں۔ گھر آ کر بیوی کو ساتھ لیتے ہیں اور بیت المال سے کچھ سامانِ خورد و نوش بھی اپنے کندھے پر اٹھا لیتے ہیں (کیا ہمارے ملک کے صدر یا وزیر اعظم اپنی بیویوں کے ساتھ اس انداز میں کسی غریب ولاچار کی مدد کرنے کا سوچ بھی سکتے ہیں؟)۔ بدو کے پاس پہنچ کر خلیفۂ وقت اسے کھلانے پلانے میں مصروف ہو جاتے ہیں جبکہ ان کی اہلیہ محترمہ جھونپڑے کے اندر بدو کی بیوی کی تیمارداری میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ کچھ دیر بعد وہ اندر سے آواز دیتی ہیں، یا امیر المومنین! اپنے دوست کو خوشخبری دیں کہ اس کا بیٹا پیدا ہوا ہے۔ یہ سنتے ہیں بدو فرطِ جذبات سے بے حال ہو جاتا ہے کیونکہ اسے اب جا کر پتہ چلا تھا کہ اس کی خدمت کرنے والا کوئی اور نہیں، بذات خود امیر المومنین ہیں۔

جب خلیفۂ ثانی صوبوں میں والیوں (گورنروں) کا تقرر کرنے لگتے تو تقرری کے خطوط ہی میں ان گورنروں کے لیے کچھ ہدایات بھی ہوتی تھیں جن پر انہیں سختی سے کاربند رہنا ہوتا تھا۔ مثلاً یہ کہ ریشمی لباس نہیں پہنو گے۔ ڈیوڑھی نہیں بناؤ گے۔ اپنے گھر کے آگے پہرہ دار مقرر نہیں کرو گے، ایسے آٹے کی روٹی نہیں کھاؤ گے جو چھانا گیا ہو۔ پھر جس کسی نے ان ہدایات سے انحراف کیا، اس کی وہ درگت بنائی گئی کہ دیکھنے والے انگشت بدنداں ہو جاتے۔ یہ تھا 'ریاستِ مدینہ' میں حکمرانی کا انداز۔

خلیفۂ ثالث: تاجدارِ سخاوت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور آیا۔ فتوحات کا دائرہ اور بھی وسیع ہو گیا۔ مسلمان سمندر میں داخل ہو جاتے ہیں،

بحری بیڑے بنائے جاتے ہیں۔ خشکی کی دور دور تک کی سرحدوں کو چھو لیتے ہیں۔ اتنی بڑی مملکت کا خلیفہ صبح سے دوپہر تک امور ریاست نمٹا کر دوپہر کے کھانے کے بعد مدینہ میں قیلولہ کی خاطر چادر اوڑھ کر ایک درخت کے نیچے سو جاتا ہے۔ ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ دور دراز کا ایک بدو آتا ہے اور خلیفۂ وقت کو پاؤں کے انگوٹھے سے پکڑ کر جگا دیتا ہے۔ آپ مسکراتے ہوئے اٹھتے ہیں۔ بدو سے کام پوچھتے ہیں اور اس کا کام نمٹا کر پھر سو جاتے ہیں۔ دوبارہ آنکھ لگی ہی تھی کہ دوسرا بدو آتا ہے اور اسی طرح پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر جگا لیتا ہے۔ آپ پھر مسکرا کر اٹھتے ہیں اور اس بدو کا کام نمٹا کر پھر سو جاتے ہیں۔ ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ تیسرا بدو آ کر یہی عمل دوہراتا ہے۔ اور آپ ابھی اس کا کام بخوشی نمٹاتے ہی ہیں کہ اتنے میں مسجد نبوی سے اذان کی آواز آتی ہے اور آپ (نیند چھوڑ کر) اٹھ کر مسجد کی راہ لیتے ہیں۔

خلیفۂ چہارم: تاجدارِ شجاعت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم آتے ہیں۔ شیر خدا بھی ہیں، باب العلم بھی، فاتح خیبر بھی ہیں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کا نور بھی۔ بچپن سے لے کر جوانی تک آغوشِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پلے ہیں، واہ کیا شان ہے۔ کوئی ایسی قربانی نہیں جو خدا جل جلالہ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رستے میں نہ دے چکے ہوں۔ کوئی ایسا معرکہ نہیں جو سر نہ کر چکے ہوں۔ ایک غزوے میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے دشمن کا تیر پنڈلی میں ہڈی تک گھس جاتا ہے۔ درد کی شدت اس قدر ہے کہ کوئی ہاتھ بھی لگائے تو تڑپ اٹھتے ہیں۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ اب اپنی درد کا خیال نہیں، بارگاہ خداوندی کی طرف دھیان ہے۔ نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں اور حسبِ معمول دنیا و مافیہا سے اتنے بے خبر ہو جاتے ہیں کہ لوگوں نے وہی تیر کھینچ کر باہر نکال دیا اور آپ کو پتہ تک نہیں چلا۔ اس بیان کا مقصد یہ ہے کہ اس بات کو سمجھا جائے کہ تمام تر مصروفیات کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ یہ اصحاب اپنے اللہ کی بندگی سے ذرہ بھر بھی غفلت نہیں کرتے تھے۔

یہ ہیں ہمارے آئیڈیلز جن کی دینِ اسلام کے ساتھ اس حد تک محبت اور وابستگی تھی جبکہ ہمارے حکمرانوں کی اس نہج پر تربیت ہی نہیں ہوئی۔ وہ بدبخت بھی ہمارے حکمران بنے بیٹھے ہیں جنہیں قل ھو اللہ شریف بھی نہیں آتی، اور بھی نہ جانے کیسے کیسے عجوبے ہیں۔ وہ بھی ہیں جو عید کے عید مسجد میں جاتے ہیں، فقط اس لیے کہ ٹی وی پر خبر آ جائے۔ آج ملک میں نماز روزے کا نظام قائم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

ہمارے لیڈرز کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس چند روزہ اقتدار پر پھولنا نہیں چاہئے۔ خدا اور اس کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کے سامنے جھک جائیے۔ ان کی غلامی اختیار کیجئے تا کہ امریکہ اور یہود و ہنود کی غلامی سے نجات مل سکے۔ پاکستانی قوم بہت مظلوم ہے، ان پر رحم کیجئے۔ ان کی ابتر حالت کو بہتر بنانے کیلئے اقدامات کیجئے ورنہ یاد رکھئے! اگر خودکشیوں کا تناسب یونہی بڑھتا رہا، قتل و غارت عام ہوتی رہی، چوری ڈکیتی عروج پر رہی، مظلوم انصاف کے لیے تھانوں اور کچہریوں میں ذلیل ہوتے رہے، عریانی و بے حیائی پھیلتی رہی بلکہ آپ کی سرپرستی میں خوب پنپتی رہی، تو جب خدا کی عدالت سجے گی، آپ کو بطور مجرم کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑے گا، تب کوئی عذر کام نہ آئے گا۔ ڈریئے اس کڑے وقت سے۔

اہم ترین بات: آپ اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ عالمی طاقتیں پاکستان کے آئین میں توہینِ رسالت ایکٹ اور امتناعِ قادیانیت ایکٹ کو سخت ناپسند کرتی ہیں۔ اور ان کے خاتمے کے لیے عرصۂ دراز سے سازشوں میں مصروف ہیں۔ جبکہ اہلِ اسلام اہلِ پاکستان نے بہت قربانیوں کے بعد، متعدد شہادتوں کے بعد یہ قوانین پاس کرائے۔ وہ کبھی گوارا نہیں کریں گے کہ ان میں کسی قسم کا ردوبدل کر کے بے اثر بنانے کی کوشش کی جائے۔ فیض آباد دھرنے کی صورتحال کیوں پیدا ہوئی تھی، آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ پاکستانی قوم آپ سے امید رکھتی ہے کہ آپ غیروں کے آلۂ کار نہیں بنیں گے۔ اور ایسی کسی مذموم و ملعون جسارت میں حصہ دار بننے کی بجائے ناموسِ رسالت کے محافظ بنیں گے۔ بصورتِ دیگر نہ تو خدا اور رسول (جل وعلیٰ فصلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو معاف کریں گے اور نہ ہی یہ قوم آپ کو کبھی معاف کرے گی۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

مظہر رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہ الہادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملت کو متحد و منظم کرنا اور رکھنا اسلام کے فروغ واستحکام کے لئے ازبس ضروری ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ساری ملت ایک ہی قسم کے عقائد پر متفق ہو۔ اگر کسی گروہ کا نظام فکر کچھ ہو اور دوسرے کا کچھ اور، تو یہی تفریق وانتشار کی بنیاد ہے۔ اس کی موجودگی میں اتحاد ملت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ جل مجدہ نے مسلمانوں کو اس افتراق سے بچنے کی نہایت پرزور تاکید فرمائی ہے۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا (آل عمران۔۱۰۳)

ترجمہ: اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔

ہاں ہاں ایک ملت کا ایک ہی نظام عقائد نہ ہوگا تو اس میں اتفاق اور جمعیت کی شان کیونکر پیدا ہوگی۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کونسا عقیدہ اپنایا جائے جس کے بارے میں یقین ہو کہ اللہ اور اس کے رسول مکرم ومعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا پسندیدہ ہے اور اسی کو اپنانے میں ان کی رضا ہے۔ (جل وعلا فصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیونکہ ہر گروہ اپنے عقیدے کو ہی حق سمجھتا ہے اور اس کو اپنانے کی دعوت دے گا۔ قرآن پاک میں ہے

کل حزب بما لدیھم فرحون○ (المومنون۔۵۳) ترجمہ: ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے

جب ہر گروہ اپنے عقیدے کو برحق سمجھے گا تو ظاہر ہے اسے چھوڑ کر کسی دوسری راہ پر چلنا اسے گوارا نہ ہوگا اور یوں انتشار کا دروازہ بند ہونے کی بجائے اور زیادہ کھلتا جائے گا۔ ہاں جب سب کو اسلام کا دعویٰ ہے اور سب قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حضور سیدنا محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا کو اللہ جل شانہ کا رسول مانتے ہیں۔ تو اس میں حتمی فیصلہ وہی ہوگا جو اللہ اور اس کا مقدس ومحبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرمائے۔ قرآن پاک نے صاف صاف اعلان فرمایا ہے کہ فیصلہ کرنے کا اختیار اللہ کو ہے اور پھر اس کے فضل سے اس کے حبیب پاک علیہ الصلوۃ والسلام کو ہے۔

وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہٗ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم (الاحزاب:۳۶)

ترجمہ: اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ رسول کچھ حکم فرمادیں تو انھیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے واقعے میں فرمایا۔

ان الحکم الا اللہ (یوسف۔۶۷) ترجمہ: حکم تو سب اللہ ہی کا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا

فلا وربک لا یومنو ن حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما○ (النساء۔۶۵)

ترجمہ: تو اے محبوب تمھارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں، پھر جو کچھ تم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

جب یہ واضح ہو گیا کہ فیصلہ وہی ہے جو خالق کائنات یا پھر سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات ارشاد فرمائیں اور ایمان کے مدعی کسی مرد یا عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے حبیب مکرم و معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے فیصلے کے مقابلے میں اپنے فیصلے، اپنی عقل، اپنی سوچ، اپنی آرزو اور اپنی مراد کو کچھ بھی اہمیت دے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کا قاضی، مفتی، محدث، فقیہ، شیخ الاسلام، شیخ القرآن، پیر طریقت، حامی سنت، ماحیٔ بدعت کہلانا تو ایک طرف، اسے مومن کہلانے کا بھی حق حاصل نہیں ہے۔ خدا و رسول (جل وعلا فصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے فیصلے کے خلاف ڈٹ جانے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو چکا۔ اب سنئے اللہ اور اس کے حبیب کریم و عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فیصلہ جو عقائد کی صحت وحقانیت کے معیار کا اعلان کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

فان امنو ا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا (البقرہ:۱۳۷)

ترجمہ: پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے

یعنی اے میرے نبی مکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے اصحاب معظم، اگر یہ اہل کتاب یا مشرکین اسی طرح ایمان لائیں جس طرح تم لائے ہو تو وہ ہدایت پا گئے۔ گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقائد کے ساتھ جس کے عقائد ملتے ہوں، وہ راہ راست پر ہے اور جس بدنصیب کے عقائد ان کے عقائد کے برخلاف ہوں، وہ ہدایت سے دور اور گمراہ ہے۔

یہ تھا اللہ جل شانہ کا فیصلہ، اب سنئے اس کے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فیصلہ۔

والذی نفس محمد بیده لتفترقن امتی علیٰ ثلاث و سبعین فرقة فواحدة فی الجنة و ثنتان و سبعون فی النار قیل یا رسول الله من هم قال الجماعة

ترجمہ: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی جان ہے، میری امت تہتر فرقوں پر منقسم ہوگی ان میں سے ایک جنتی بہتر ۷۲ دوزخی ہوں گے۔ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! وہ جنتی کون ہوں گے۔ فرمایا جو جماعت کو پکڑے رہیں گے۔ (ابن ماجہ۔ جلد دوم۔ ابواب الفتن)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور مبارک میں ایک اور گروہ بھی مدینہ منورہ اور اس کے گردونواح میں موجود تھا۔ جو زبان سے کلمہ شہادت بھی پڑھتا، نماز روزے کا التزام بھی کرتا مگر انھیں اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں شامل نہیں کیا گیا بلکہ کتاب وسنت نے انھیں منافق فرمایا۔ سورۃ البقرہ بلکہ بہت سی سورتوں میں ان کا ذکر آیا بلکہ ایک مکمل سورت 'المنافقون' نامی تو انھیں کے طرز فکر و عمل کے بیان پر مشتمل ہے یہ لوگ وہ تھے جو از راہ مصلحت مسلمانوں میں مسلمان کہلاتے تھے ورنہ ان کی فطرت بری طرح مسخ ہو چکی تھی اور نیک و بد اور حق و باطل کے امتیاز سے بالکل عاری ہو چکے تھے۔ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نشے میں چور تھے۔ اسی طرح اس کے برعکس منافق بغض رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے 'بحر ظلمات' میں ڈوبے ہوئے تھے اور ان کی فطرت ایسی اندھی اور اوندھی ہو چکی تھی کہ وہ حق دیکھنے اور حق قبول کرنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہو چکے تھے۔

صم بکم عمی فهم لا یر جعون ۵ (البقرہ:۱۸)

ترجمہ: بہرے گونگے اندھے تو وہ پھر آنے والے نہیں۔

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ذات اقدس میں انھیں کوئی بھی خوبی (معاذ اللہ) نظر نہیں آتی تھی۔ سچ اگر پوچھتے ہو تو ان کی فطرت

ابوجہل اور ابولہب سے بھی تاریک ترتھی۔ اس لئے کہ وہ حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی عظمت اخلاق کا اقرار تو کرتے ہی تھے اور کفار مکہ متفقہ طور پر حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو'الصادق' اور'الامین کہا کرتے تھے۔ کون نہیں جانتا کہ ہرقل شاہ روم کے دربار میں جناب ابوسفیان نے کافر ہوتے ہوئے بھی حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے بارے میں پوچھے گےتمام سوالات کے جوابات طوعا او کرھا مثبت دیئے، اگر وہاں ان کی جگہ کوئی منافق ہوتا تو شاید ایسے جواب نہ دیتا کیونکہ بغض رسول صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم اسے کافر ہی نہیں' کافر اکبر' بنا چکا ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ آخرت میں سب سے سخت عذاب کافر کو نہیں بلکہ منافقوں کو ہوگا حالانکہ وہ نماز بھی پڑھتا ہے اور روزہ بھی رکھتا ہے۔ گویا بغض رسول صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی وجہ سے اس کی کوئی نیکی بھی نیکی نہیں رہتی۔ وہ حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے ایسے اوصاف کریمہ اور اخلاق حسنہ جو اظہر من الشمس تھے کے اقرار سے بھی روگرداں تھے۔ چونکہ ان کا'طرز عمل' منافقت کی بنیاد پر تھا اور محض ریاکاری کے طور پر تھا، لہذا اس کی کیا حیثیت ہوتی۔ رہ گیا طرز فکر تو اس کو بغض نے بےنور کر دیا تھا لہذا کمالات رسول صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم انھیں کیا نظر آتے۔ چنانچہ انھیں ایمان کے تقاضے کے مطابق حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم جان و مال سے پیارے تھے اور نہ وہ حضور کے معجزات سے کچھ متاثر ہوتے تھے۔ سچ فرمایا حضرت مولائے روم رحمہ والقیوم نے

موجب ایماں نباشد معجزات　　　　بوئے جنسیت کند جذب صفات

ترجمہ: ایمان کا (اصل) سبب معجزات نہیں ہوئے مگر (ایمانی فطرت میں) ہم جنس ہونے کی وجہ سے جذب صفات پیدا ہوتا ہے (گویا انسان کی فطرت میں عدل و شعور کا ایک نور ہوتا ہے جس سے اسے ایمان لانا ممکن ہو جاتا ہے)

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ عشق رسول (صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم) کی دولت ابد قرار سے مالا مال تھے تو وہ اللہ تعالی پر اس کی جمیع صفات کے ساتھ ایمان رکھتے تھے اور حضور پرنور علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کو ان کے تمام خداداد کمالات کے ساتھ مانتے تھے۔ وہ اللہ تعالی کو وحدہ لاشریک مانتے تھے اور اس کے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو اس کی شان یکتائی کا مظہر یکتا سمجھتے تھے۔ ان کا ایمان تھا کہ اللہ جل مجدہ رؤف و رحیم ،عزیز و عظیم ،شہید و کریم اور خبیر و علیم ہے تو اس کے فضل سے ،اس کے حبیب لبیب علیہ التحیۃ والثناء بھی اپنی شان کے لائق رؤف و رحیم ،عزیز و عظیم ،شہید و کریم اور خبیر و علیم ہیں۔ انھیں یقین تھا کہ اللہ تعالی سب کا خالق ہے۔ مشکل کا بھی اور مشکلکشا کا بھی ،حاجت کا بھی اور حاجت روا کا بھی ،درد کا بھی اور دوا کا بھی ،مرض کا بھی اور شفا کا بھی۔ پھر اس کے فضل سے اس کے محبوب یکتا صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم ہیں جنہیں اس نے ہر مشکلکشا کا مشکلکشا، ہر حاجت روا کا حاجت روا، ہر مسیحا کا مسیحا اور ہر غمزدا کا غمزدا بنایا۔ ہاں اللہ کریم کا حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم ہر داتا کا داتا، ہر گنج بخش کا گنج بخش، ہر غریب نواز کا غریب نواز ہر سخی کا سخی، ہر غنی کا غنی، ہر شہنشاہ کا شہنشاہ ہے۔ (جل جلالہ فصلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وبارک وسلم) اللہ اکبر، سیدنا عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) اور سیدہ آمنہ (رضی اللہ عنہا) کا نور نظر نبی ہے تو خاتم الانبیاء ہے۔ رسول ہے تو افضل الرسل ہے، مطلوب ہے تو اللہ کا مطلوب ہے، مقصود ہے تو کائنات کا مقصود ہے، سرور ہے تو سرور دارین ہے، مالک ہے تو مالک کونین ہے، مہبط ہے تو مہبط قرآن ہے، ممکن ہے تو باعث امکان ہے۔ ایمان اس کو ماننا، عرفان اسے پہچاننا، فرشتے اس کے سلامی، جبریل علیہ السلام اس کا پیامی۔ انسانیت کا سب سے بڑا پاسبان، قلب و فطرت کا سب سے بڑا رازدان، انسانی حقوق کا سب سے بڑا علمبردار، اقلیم فکر و نظر کا سب سے بڑا تاجدار، صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کون ہے جسے اس کریم کے لطف وعطا کا، اس رحیم کے فضل و سخا کا، اس حسین کے حسن ادا کا، اس جمیل کے جمال حق نما کا انکار ہو سکے، صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سوا اس کے جو دل کا اندھا ہے، فطرت کا اوندھا ہے، باطل کا پرستار ہے جھوٹ کا خریدار ہے۔ اس کا انکار حیرت انگیز نہیں۔ ہاں ہوتا تو اس کا اقرار تعجب خیز ہوتا۔)

مختصر یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یعنی شمع رسالت کے سچے پروانے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ عرش پناہ میں فریاد والتجا بھی کرتے تھے اور یوں اپنا دامن طلب بھی گوہر مراد سے بھرتے تھے۔ نہ تو وہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے علم غیب کے منکر تھے اور نہ حاضر و ناظر ہونے کے ادھر وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دنیا کا تاجدار سمجھتے تھے تو ادھر شفیع روز شمار مانتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ خدا کے سارے خزانوں کی چابیاں اسی محبوب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے دست مبارک میں ہیں اور دین ودنیا کی ہر نعمت ودولت کے قاسم وخازن حضور والا ہی ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) انھیں یقین تھا کہ خدا جو کچھ بھی دیتا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وسیلے سے دیتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جو کچھ بھی عنایت فرماتے ہیں، اسی کے فضل سے عنایت فرماتے ہیں۔ نبوت معاذ اللہ الوہیت کی ضد یا اس سے ہمسری کا دعویٰ نہیں بلکہ اس کی مظہریت کا نام ہے۔ ہر نبی علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں اپنی امت کا وسیلہ ہوتا ہے اور یہ نبی الانبیا علیہم الصلوۃ والسلام ہیں جو ہر نبی اور ہر امت، ہر جن وبشر اور ہر حور وملک کا وسیلہ ہیں۔ لہذا ان سے انھیں وسیلہ سمجھ کر مانگنا گویا اللہ ہی سے مانگنا ہے (کہ یہ اس کے نمائندے ہیں) اور ان کا اللہ کے نائب کی حیثیت سے کچھ دینا گویا اللہ ہی کا دینا ہے۔ یہ وہ واضح اور تابناک حقیقت ہے کہ ہر مسلم وکافر اسے سمجھتا ہے، ہاں منافق نہیں سمجھتا کیونکہ وہ سراپا بغض وکدورت ہے۔ مسلمان اللہ کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے مانگتا ہے تو کبھی کسی بت پرست نے بھی یہ نہیں کہا کہ ہمیں بتوں سے مانگنے سے روکتے ہو، تم نبیوں سے کیوں مانگتے ہو۔ وہ جانتا ہے بت پرست بت سے مانگتا ہے تو اسے خدا اور معبود سمجھ کر مانگتا ہے۔ بندہ مومن نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے مانگتا ہے تو اسے اللہ کا بندہ ورسول سمجھتا ہے۔ لہذا نبی سے مانگنا تو ضرور خدا ہی سے مانگنا ہے مگر بت سے مانگنا خدا سے مانگنے کے مترادف نہیں۔ ہم رات دن اللہ کے عام بندوں سے عام ضرورت کی چیز مانگتے ہیں تو کسی کو اعتراض نہیں ہوتا، اگر اللہ کے خاص بندوں سے خاص و عام چیزیں مانگیں تو پھر کسی کو کیوں تکلیف ہو۔ ہاں ہاں خدا سب کچھ دیتا ہے اور اس سے سب کچھ مانگتے ہیں، اور اس مانگنے کی ایک صورت تو یہی ہے کہ اے اللہ اپنے نبی علیہ السلام کے صدقے سے (بلکہ فلاں ولی کے صدقے سے) یہ عطا فرما، وہ عطا فرما اور اسی مانگنے کی دوسری صورت یہ بھی ہے کہ یا رسول اللہ علیک الصلوۃ والسلام ہمیں فلاں چیز عطا فرمائیے۔ ہاں جب ہم نے رسول اللہ مانا تو گویا انھیں وسیلہ مانا ہے اللہ نہیں مانا اور سب اہل عقل و ایمان جانتے ہیں کہ اللہ اللہ ہے اور رسول اللہ اللہ کے رسول ہیں، اللہ نہیں۔ مگر وہ لوگ جنہیں اللہ کے انبیاء ورسل (علیہم السلام) سے شیطان واسطے کا بیر ہے۔ وہ نبی یا ولی کا نام سنتے ہی آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ کیوں نہ ہو آگ ہی تو ان کی منتظر ہے، آگ ہی تو ان کا مستقر ہے، آگ ہی کے لئے تو وہ پیدا ہوئے ہیں۔

دیکھو قرآن پاک کے الفاظ میں بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے خدا کی بارگاہ دعا سے بھی کراتے ہیں اور خود ان کی بارگاہ سے مانگتے بھی ہیں۔ (یہ دوسری منزل ہے)

پہلی منزل یہ ہے، موسیٰ علیہ السلام سے قوم نے پانی مانگا

یونہی موسیٰ علیہ السلام کی سیرت کا ایک اور واقعہ بھی قرآن مقدس میں مذکور ہے اور وہ ہے فرعون اور اس کی قوم پر مختلف عذابوں کا بار بار آنا۔ جب بھی کوئی عذاب (مثلاً مینڈکوں کا، جوؤں وغیرہ کا آتا تو فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قرآن پاک کے مطابق ان الفاظ میں وعدہ کرتا۔

لئن کشفت عنا الرجز لنومنن لک و لنرسلن معک بنی اسرائیل ○ (الاعراف۔۱۳۴)

ترجمہ: بیشک تم ہم پر سے عذاب اٹھا دو گے تو ہم ضرور تم پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دیں گے۔

دیکھیں صاف وصریح انداز میں موسیٰ علیہ السلام کو مشکلکشا، کہہ رہا ہے اور وہ بھی فرعون جیسا خدائی کا جھوٹا مدعی اگر اس طرح نبی کو مشکلکشا

کہنا 'شرک' ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام ہی اسے سرزنش کرتے اور اپنے معروف 'جلال' کا مظاہرہ فرماتے مگر انھوں نے اسے قطعاً توحید کے خلاف نہ سمجھا۔ پھر اگر موسیٰ علیہ السلام نے اسے 'توحید' کے خلاف نہیں سمجھا تو خداوند کریم ہی اپنے نبی پر معاذ اللہ عتاب فرماتا کہ تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے 'مشکلکشا' بنا کر نہیں بھیجا، اے موسیٰ تم تو چھوٹی سے چھوٹی کوتاہی کے تصور پر بھی برہم ہو جاتے ہو حتیٰ کہ اپنے برادر بزرگ کو بھی میری غیرت کی بنا پر معاف نہیں کرتے، فرعون کے بارے میں کیوں خاموش رہے اور کیوں نہ اسے سمجھا دیا کہ نبی سے ایسا بے تکا سوال عظمت توحید کے خلاف ہے اور داخل شرک، لہٰذا اب تو عذاب اٹھانے کی بجائے اس میں مزید شدت ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ نہیں، اسی معبود واحد نے خود اپنے محبوب رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرنے والے سے عذاب اٹھا لیا (یہ بھی جانتے ہوئے کہ اس نے ایمان لانے کا جھوٹا وعدہ کیا ہے)

دوستو! غور کیجئے، دنیا کا کوئی بادشاہ، صدر، گورنر کسی کو اپنا نائب بناتا ہے تو اس کے لائق اسے اختیارات بھی عطا فرماتا ہے۔ کیا کبھی بادشاہ کے کسی نائب کو اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے دیکھ کر کسی نے کہا ہے کہ یہ بھی بادشاہ ہے، یا صدر کے نائب کو صدر اور گورنر کے نائب کو گورنر کہا ہے۔ نہیں، ہرگز نہیں تو اللہ کے نائب کو 'اللہ' وہی سمجھ سکتا ہے جو عقل سے بالکل پیدل ہو اور جب کوئی نہیں سمجھتا تو نائب کو اللہ سمجھنے کا خطرہ بھی اسی کو محسوس ہوگا جو عقل سے بھی اور دین سے بھی محروم ہے۔ ہاں ہاں بادشاہ کا نمائندہ اپنے عہدے کے لائق اختیارات نہ رکھتا ہو تو یہ اسی کی توہین نہیں، اسے نائب بنانے والے کی بھی توہین ہے۔ یونہی اللہ کا کوئی نبی اپنے حسب حال پیغمبرانہ تصرفات، اختیارات نہ رکھتا ہو تو یہ اسی کی نہیں، اس کے بھیجنے والے اللہ کی بھی توہین ہے۔ سچ مانئے اللہ کا نبی جو اپنی امت کی طرف اللہ کا نمائندہ بنا کر بھیجا گیا ہے، دوسروں کی طرح بے بس ہو، بے علم ہو، بے اختیار ہو تو اللہ جل مجدہ کی ذات وصفات کی کیا نمائندگی کرے گا۔ بلاشبہ اللہ قادر مطلق ہے تو اس کی قدرت مطلقہ کے جلوے ذات نبی (علیہ السلام) میں دکھائے جانے چاہئیں، اللہ علیم ہے تو نبی علیہ السلام کا علم ہر غیر نبی سے اوسع واعلیٰ ہونا چاہئے اور کسی غیر نبی کو کسی علم کے کسی شعبے میں بھی اس پر برتری نہیں ہونی چاہئے۔ اللہ کریم شافی ہے تو امت کے لئے تو شفا بخشی کا مرکز نبی علیہ السلام کی ذات والا صفات کو ہونا چاہئے۔ بے شک اللہ زمین و آسمان کے تمام مغیبات کو خود جانتا ہے (گویا اس کا علم ذاتی ہے) اللہ کا نبی غیب جانتا ہے تو اسی کے فضل سے جانتا ہے کہ یہ عطائی ہے یعنی اللہ کی عطا سے) یونہی اللہ کی قدرت کاملہ ذاتی ہے مگر اس کا ظہور اس کے انبیاء کرام علیہم السلام سے ہوتا ہے (اور پھر اولیائے عظام سے) اللہ مشکلکشا ہے (مگر ذاتی طور پر ہے) مخلوق میں سے کوئی مشکلکشا ہے تو اس کے فضل وقدرت سے ہے (یعنی عطائی ہے)۔ اب اگر کوئی کہے اللہ نے مجھے بچا لیا (تو حق ہے مگر بچانے کی نسبت اللہ جل مجدہ کی طرف ذاتی ہے) اور کوئی کہے میرے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھے بچا لیا (تو یہ بھی حق ہے مگر یہ نسبت عطائی ہوگی) 'ذاتی' اور 'عطائی' کو یکساں سمجھنا پرلے درجے کی حماقت اور بدبختی وشقاوت ہے۔ اگر یہ فرق مٹا دیجئے تو فرق مٹانے والے کو جینے کا کوئی حق نہیں کیونکہ اللہ بھی زندہ ہے اور بندہ بھی زندہ ہے۔

یہ بات تقریباً ربع صدی پہلے کی ہے' میں جناح اسلامیہ کالج میں شرک وتوحید کے موضوع پر لیکچر دے رہا تھا تو ایک نوجوان (جو غیر مقلدین کی مسجد کا خطیب بھی تھا) طلبہ میں شامل تھا۔ میں نے جب یہ کہا نہ اللہ کی ذات میں کوئی شریک ہے، نہ اس کی صفات میں نہ اس کے اسماء میں نہ اس کے افعال میں نہ اس کے اوامر میں۔

تو وہ خطیب اٹھا اور بولا بالکل ٹھیک ہے۔ واقعی اس کی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں، چنانچہ بعض لوگ جو حضرت علی کو مشکلکشا کہہ دیتے ہیں، مشرک ہیں۔ میں نے کہا 'تم بھی سنتے ہو اور اللہ بھی سنتا ہے، یہ بھی شرک ہو گیا لہٰذا شرک سے بچنے کے لئے اپنے کانوں میں پگھلا یا ہوا سیسہ ڈلوا لیں تا کہ تم سننے سے بچ کر شرک سے محفوظ ہو جاؤ۔ پھر میں نے کہا تم بھی دیکھتے ہو اور اللہ بھی دیکھتا ہے تو گویا یہ بھی تمہارے بقول شرک فی الصفات ہوا

لہذا کوئی گرم سلائی آنکھوں میں پھیر لو اور اندھے ہو کر شرک سے بچ جاؤ۔ پھر کہا اور سب چھوڑو' اللہ زندہ ہے اور تم بھی زندہ ہو، اس کی زندگی سے نجات حاصل کر لو ورنہ جب تک زندہ رہو گے، شرک سے نجات نہیں ملے گی۔ میں نے کہا مشکلکشا تو قرآن میں وارد ہی نہیں بلکہ عربی کا لفظ ہی نہیں، اللہ سمیع، بصیر اور حیی (زندہ) یہ سب صفات قرآن پاک میں اللہ سے منسوب ہیں لہذا ان کا بندوبست کرو۔

ہاں جنھیں مشکلکشا کہتے ہوئے شرک سوجھتا ہے، ان کا نام نامی اسم گرامی تو 'علی' (کرم اللہ وجہہ الکریم) ہے اور علی اللہ نے آیۃ الکرسی میں اپنے لئے اختیار فرمایا ہے۔ لہذا وہ لفظ مشکلکشا جس کے بارے میں کتاب وسنت میں کہیں تصریح نہیں آئی کہ یہ اللہ کا وصف جمیل یا اسم صفاتی ہے (کیونکہ جیسے کہ اوپر مذکور ہوا یہ عربی کا نہیں فارسی کا لفظ ہے) ہاں علی کے بارے میں تو صراحت ہے کہ قرآن پاک میں اللہ جل شانہ کے لئے آیا ہے لہذا تمہیں کہنا چاہئے تھا کہ انھیں علی نہیں کہنا چاہئے کہ یہ شرک ہے اور پھر تم دیکھتے کہ تمہارے فتویٰ شرک کی زد میں کون آتا ہے' سارے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم، سب اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم، سب تابعین رضی اللہ عنہم، سب تبع تابعین رحمتہ اللہ علیہم سارے ائمہ مجتہدین، سارے مجددین، بلکہ ساری امت۔ اور یہی نہیں تمہارا ناپاک فتویٰ شرک تو امت والی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تک جا پہنچتا ہے کہ بے شمار مواقع پر انھوں نے انھیں علی بلکہ بلاتے ہوئے 'یا علی' بھی فرمایا بلکہ نام مبارک بھی اپنی زبان مبارک سے رکھا۔ یقیناً اس طرح شرک کی دلدل سے خود انھیں نکلنا ناممکن ہے جو محض لفظی اشتراک کی بنا پر مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ لگا کر خود کافر و مشرک بن جاتے ہیں۔ ہاں ہاں ان کی بھدی زبان میں ان کے ناپاک خیال کے مطابق اگر کسی کو دانائے غیوب سمجھنا شرک ہے کہ دانائے غیوب صرف اللہ ہے، یا کسی اور کو مددگار جاننا شرک ہے کہ مددگار ایک اللہ ہے اور کسی کو مشکلکشا و حاجت روا گردانا اس لئے شرک ہے کہ کسی مفہوم میں بھی انھیں کسی اور کی طرف نسبت دینا توحید کے منافی ہے تو کسی اور کو سمیع (سننے والا) بصیر (دیکھنے والا) اور حیی (زندہ) کہنا کیوں شرک نہیں ہوگا، جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی رو سے سمیع، بصیر اور حیی ہے۔ پھر غضب یہ ہے کہ اگر یہ سب کچھ قرآن پاک میں ہے تو کیا منکرین کے نزدیک قرآن پاک توحید سکھاتا ہے یا شرک؟ شارح کلام اقبال پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب موجودہ اصطلاح میں سنی بریلوی نہیں تھے' پھر بھی انھوں نے شرح ارمغان حجاز میں لکھا ہے کہ 'میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا تو جہاں مسجد نبوی کے ستونوں پر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اسماء گرامی لکھے ہوئے تھے تو بغور دیکھنے سے معلوم ہوا رؤف و رحیم جیسے دو مبارک ناموں کو کریدنے اور مٹانے کی کوشش کی گئی ہے۔ پوچھنے پر نجد کے کارندوں نے بتایا ہاں انھیں مٹایا جا رہا ہے کیونکہ ان سے شرک کی بو آتی ہے۔ میں نے کہا' پھر قرآن پاک سے بھی نکال دو کیونکہ یہ دو نام قرآن پاک میں بھی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لئے وارد ہوئے ہیں' (واقعہ یہی ہے مگر الفاظ یہ نہیں کیونکہ گھر سے دور راولپنڈی میں ڈاکٹر صاحب کے پاس چیک اپ کرانے آیا ہوں اور اپنے کتب خانے سے استفادہ اس وقت ناممکن ہے۔ . . آسی)

میرے دوستو! انصاف کیجئے' ہم زیادہ سے زیادہ قرآن پاک ہی سے استدلال کر سکتے ہیں اور اس سلسلے میں یار لوگوں کا 'توحید و شرک' تک کے عقیدے میں اس کتاب مجید پر بھی اعتماد نہیں تو کیا کیا جا سکتا ہے۔ واللہ! انھیں قرآن مجید پر یا حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر ایمان اسی حد تک ہے جو عبد اللہ بن ابی نے اپنے 'اصحاب' کے لئے مقرر کر دی ہے۔ اگر ان پر سچا ایمان اور کامل اعتماد ہو تو قرآن پاک ہی سے سارے فیصلے ہو سکتے ہیں کہ یہ اللہ کا قول فیصل اور کتاب مبین ہے۔ بالیقین اللہ سمیع ہے اور بعض مخلوق بھی سمیع ہے، اللہ بصیر ہے تو بعض مخلوق بھی بصیر ہے اور اللہ حیی (زندہ) ہے تو بعض مخلوق بھی 'حی' ہے مگر شرک نہیں کیونکہ اللہ کا سننا، دیکھنا اور زندہ ہونا ذاتی ہے، مخلوق کا ان صفات سے متصف ہونا عطائی ہے۔ اللہ کی صفات اس کی ذات کی طرح قدیم ہیں، مخلوق کی صفات اس کی ذات کی طرح حادث ہیں، اللہ کی صفات اس کی ذات پاک کی طرح واجب ہیں اور مخلوق کی ممکن ہیں، پھر اللہ کی یہ صفات لامحدود ہیں اور مخلوق کی یہ صفات زیادہ سے زیادہ بھی ہوں تو بھی اس کی صفات مستقلہ کے سامنے نہ ہو

نے کے برابر ہیں۔ اسی بنا پر اللہ کا حاجت روا و مشکلکشا اور دانائے غیوب ہونا ذاتی 'واجب' مستقل، قدیم ازلی و ابدی ولا متناہی (غیر محدود) ہے اور مخلوق کا حاجت روا و مشکلکشا ہونا عطائی، ممکن، غیر مستقل، حادث اور متناہی (محدود) ہے لہذا اس عقیدے سے کسی کو بھی زندہ، حاجت روا، مشکلکش، دانائے غیوب، رحیم و کریم، اور ولی و نصیر، ماننا شرک نہیں بلکہ عقیدہ توحید خداوندی کے ثمرات ہیں۔ یعنی جو سچے دل سے اللہ کو قادر مطلق مانتا ہے تو اسے اس ماننے کی بدولت قدرت کاملہ کا مظہر ہونا چاہیئے اور اپنی قوت و طاقت کے اعتبار سے دوسروں سے بہت نمایاں ہونا چاہیئے۔ حضرت اقبال نے اسی بنا پر فرمایا تھا

زندہ قوت یہی توحید تھی دنیا میں کبھی
اب کیا ہے، فقط اک مسئلۂ علم کلام
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا !
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
خدائے وحدہ کا دست قدرت تو، زبان تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے

حقیقت ہے کہ اسلام کی 'توحید' دنیا کی سب سے بڑی قوت ہے جو بندہ مومن کو خدا کی صفات کا مظہر بنا دیتی ہے مگر یہ عشق رسول سے حاصل ہوتی ہے، وہابی و نجدی لوگوں نے عشق رسول کی بجائے بغض رسول کا راستہ اپنایا لہذا دھوبی کے کتے کی طرح نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔ انھیں خدا سے تعلق جوڑنے کے لئے بھی نبی کا وسیلہ و واسطہ 'بوجھ' دکھائی دیتا تھا لہذا بیچارے سیدھے راستے کی بجائے کسی تاریک پگڈنڈی پر پڑ گئے اور اس میں کہیں گم ہو گئے کہ ع 'نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم' واقعی غرور و تکبر اور بغض و حسد نے انھیں کہیں کا نہ چھوڑا، وہ مقدس ہستیاں جنھیں اللہ ارحم الراحمین نے محض اپنی رحمت سے امت کے لئے وسیلہ بنایا، انھیں امت کا دادرس و فریادرس، حاجت روا و مشکلکشا بنایا، انھیں ان سب سے بیر ہے۔ روحانی سلطنت میں جو حزب اقتدار میں ہیں کہ اللہ قادر مطلق نے انھیں ان کے مخصوص مرتبے کے مطابق اپنی خلافت و نیابت سے نوازا، ان کو ان سب سے بیر ہے لہذا انھوں نے شیطان ملعون کی سرکردگی میں حزب اختلاف سے اپنی وفاداری وابستہ رکھی۔ حزب اقتدار میں اللہ کے پاک رسول، نبی، صدیقین، شہدا، صالحین، اغواث، اوتاد، ابدال و اقطاب ہیں تو حزب اختلاف میں شیطان کے ساتھ وہ سب شیطان زادے شامل ہیں جنھوں نے ہر دور میں انبیاء علیہم السلام و اولیاء علیہم الرحمۃ سے مقابلہ کیا اور مکاری و عیاری سے لوگوں کو ان کے در دولت سے دور کرتے رہے۔ یہ ذرا منافق قرآن پاک کی بات کرتے ہیں تو ایمان کی بنا پر نہیں بلکہ جس طرح ہندو عیسائی حجۃ علی الخصم قائم کرنے کے لئے آیات کا حوالہ دیتے ہیں، یہ اگر 'رسالت' کی تصدیق کرتے ہیں تو دل سے نہیں محض زبان سے، یہ اگر نماز روزے کی پابندی پر زور دیتے ہیں تو بھی معاذ اللہ یہ تصور جمانے کے لئے کہ رسول و نبی علیہ الصلوۃ والسلام یا اللہ والے علیہم الرحمہ کسی کے کام نہیں آتے بلکہ اپنے اعمال ہی کام آتے ہیں۔

گویا ان کا ایمان بھی کفران ہے اور ان کی عبادت بھی شرارت داتا گنج بخش کے مزار پر اتوار پر جانا تو انھیں شرک سوجھتا ہے مگر بت پرستوں کی غلامی بلکہ خود بت پرستی میں بھی انھیں کوئی ہچکچاہٹ نہیں۔ (حق یہ ہے کہ ہم خود بھی ایک تصویر میں 'ابوالکلام آزاد اور حسین احمد ٹانڈوی عرف مدنی کو گاندھی کی معیت میں ایک بت کے سامنے سجدہ ریز ہوتے دیکھ کر حیران ہو گئے) پاکستان دولخت ہو جائے تو مسلمانوں کے لئے گویا قیامت کا اور ان موحدین کے لئے مسرت کا دن ہوتا ہے بھارت کو کسی مسئلے میں ناکامی اور پاکستان کو کامیابی ہو تو ان کا پیچ و تاب پانی پی بڑھ جاتا ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ انھوں نے شیطان کی بہت سی پریشانیاں دور کردی ہیں اور یوں اس ملعون کے بہت ہی بڑے 'مشکلکشا' ثابت ہوئے ہیں کیونکہ اسلامی حلیے سے آراستہ ہوکر مسلمانوں کو اسلام سے یا پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے برگشتہ کرنا شیطان ملعون کے لئے بہت مشکل تھا، انھوں نے بڑی مہارت سے نمازیں پڑھا پڑھا کر، خطبے دے دے کر، وعظ سنا سنا کر، بستر اٹھا اٹھا کر، بستی بستی جا جا کر اس کی مشکلکشائی کردی اور اس کی جو حاجت کسی اور طریقے سے برآنے والی نہیں تھی، ان کی 'حاجت روائی' سے پوری ہوگئی۔ آپ اس بات کو عجیب سمجھیں تو سمجھیں، مگر ان کے لئے عجیب نہیں بلکہ روزمرہ کا وطیرہ ہے۔ یعنی ایک شخص ان کی بھولی بھالی شکل دیکھ کر اور ان کی ابتدائی من موہنی باتیں سن کر انھیں حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سچا غلام سمجھ بیٹھتا ہے اور جب ان پر اس کا اعتماد بالکل پختہ اور غیر متزلزل ہوجاتا ہے تو جس ذات پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی غلامی کی نسبت کو سامنے رکھ کر وہ اس 'ذات شریف' کا معتقد ہوا تھا، یہ اسی محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف دل ودماغ میں زہر بھر نے کی کوششوں میں مصروف ہوجاتا ہے۔ آپ نے 'سوچا' کیا شیطان کے لئے یہ کام آسان ہے؟ بہت مشکل۔ مگر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس کے نہایت مقدس لبادے سے آپ کو دھوکا ہوا ہے، اس وقت شیطان ہی اس کی شکل وصورت اور لباس میں آیا ہو۔ بہرحال شیطان ہو یا شیطان کا فرزند، دونوں 'توحید' کا نعرہ بہت لگاتے ہیں، ہاں یہ توحید قرآن والی توحید نہیں، کفر ان والی توحید ہے۔ مختصر یہ کہ ایک توحید تو وہ ہے جو قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے سکھائی اور ایک توحید وہ ہے جو نجد و دیوبند کے صنم خانوں سے برآمد ہوئی ہے۔ یہ دونوں توحید یں ایک دوسرے کے برعکس ہیں، افسوس! آج مسلمانوں میں وہ پہلا جذبہ عشق نہیں، وہ قوت ایمان نہیں، وہ غیرت اسلام نہیں اور وہ شوق جہاد نہیں رہا جو اس امت کا کبھی طرہ امتیاز ہوا کرتا تھا، اس لئے شیطان کے سب فرزند بہت خوش ہیں اور اس کے سب در کر نہایت سرگرم ہیں۔ اس کا شعبہ 'توحید' تو خصوصاً مدارس، جامعات، موحد تیار کرنے میں بڑی مستعدی دکھا رہا ہے۔ مگر افسوس قرآنی توحید والا، رسول اکرم و اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عظمتوں کا دم بھرنے والا، اہل بیت اطہار اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا دلدادہ، حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرضوان کا وابستہ' عقیدت حضور شاہ لاثانی اور حضور نقش لاثانی قدس سرہما کے جلووں سے اپنی آنکھیں مستنیر کرنے والا زمانے کی گردش سے بے خبر ہے اور حالات کو درست سمت پر چلانے کے جذبے سے بے نیاز ہے۔

بجھی عشق کی آگ، اندھیر ہے　　　مسلماں نہیں، راکھ کا ڈھیر ہے

کسی نے مرزائیوں کی طرح رشتے داری میں اسے پھنسایا، کسی نے دوستی کے لبادے میں اسے لوٹا، کسی نے شیخ القرآن اور شیخ الحدیث کے منصب پر براجمان ہوکر اسے غیرت عشق سے محروم کیا، کبھی غربت نے اس کا کچومر نکالا اور کہیں بے روزگاری نے اسے مار ڈالا۔ گویا دشمن اسے مارتے گئے اور یہ مار کھاتا رہا، اور یہاں تک بے حس ہوگیا کہ مار سے بچنے کی تدبیر سے بھی لاتعلق ہوگیا۔

غرض یار لوگوں کی توحید قرآنی توحید سے بالکل برعکس ایک بالکل منفرد، متضاد اور خانہ ساز توحید ہے۔ انھوں نے 'شرک' کے مفہوم کو اتنا عام کردیا ہے کہ اس سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہتا۔ اگر ان کے تصورات و مزعومات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے تو توحید کی سب سے بڑی، سچی، آسمانی والہامی، ابدی و آخری کتاب قرآن مجید بھی 'شرک' آموزی سے معاذ اللہ پاک نہیں ہے۔ اس کی ایک دو مثالیں اوپر آگئی ہیں۔ (مثلاً روف رحیم کے جیسے مقدس ناموں میں قرآن پاک سے دور جدید کے منافقوں کا اختلافی رویہ) آپ مزید وضاحت چاہیں تو خود کسی ایسے موحد سے پوچھ دیکھیں 'کیوں؟ جناب والا' فقیر کو غنی کون کرتا ہے' وہ کہے گا 'اللہ' آپ کہہ دیں اللہ اور رسول غنی کرتے ہیں تو وہ یقیناً اسے مشرک کہہ دے گا، اب قرآن پاک کا فیصلہ سنیں

وما نقموا الا ان اغنھم اللہ و رسولہ من فضلہ (التوبہ۔۷۴)

ترجمہ: اورانھیں کیا برالگا یہی نا کہ اللہ و رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کردیا۔

یونہی حدیث پاک میں وارد ہوا

آپ سوال کریں، مدد کون کرسکتا ہے، وہ کہے گا 'صرف اللہ'۔ آپ فرمائیں اللہ اور اس کے رسول بلکہ اہل ایمان بھی مددگار ہوتے ہیں تو اسے شرک سے تعبیر کرے گا۔ اب آپ قرآن پاک سے پوچھئے سووہ فرماتا ہے۔

انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنو ا الذین یقیمون الصلوۃ ویو تون الزکوۃ وھم راکعونo (المائدہ۔۵۵)

ترجمہ: اے مسلمانو! تمہارا مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جونماز قائم رکھتے اور زکوۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

بلکہ وہ تو اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے مددگاروں کی فہرست کا اعلان یوں کرتا ہے

فان اللہ ھو مولہ و جبریل وصالح المومنین و الملئکۃ بعد ذلک ظھیرo (التحریم:۴)

ترجمہ: بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

ہاں یہ تو بتایئے بندوں کیلئے کون کافی ہے اور قرآن پاک نے گویا اس سلسلے میں کیا وظیفہ سکھایا ہے۔

وقا لو ا حسبنا اللہ و نعم الو کیل o(ال عمران ۔ ۱۷۳)

ترجمہ: اور (اہل ایمان کفار کے لشکر کی خبر سن کر) بولے اللہ ہم کو کافی ہے اور کیا اچھا کارساز

آپ کہہ دیں کہ میرے لئے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کافی ہیں۔ دیکھیں شرک کس طرح سر اٹھاتا ہے۔ مگر کیا کیا جائے، قرآن پاک نے جہاں وہ وظیفہ سکھایا، وہاں یہ بھی فرمایا۔

یایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنینo (الانفال۔۶۴)

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے

علم غیب کے بارے میں جہاں اللہ ذوالجلال نے یہ اعلان فرمایا

وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو ط (الانعام۔۵۹)

ترجمہ: اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی، انھیں وہی جانتا ہے۔

وہیں پر صراحت بھی فرمادی

علم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احداoالا من ارتضیٰ من رسول (الجن:۲۷،۲۶)

ترجمہ: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے

قرآن پاک میں تضاد نہیں ہوسکتا کہ کہیں کچھ ہو اور کہیں کچھ، اس کی ہر آیت سچی، ایسی سچی کہ لا ریب فیہ (جس میں شک کی گنجائش نہیں) پھر بھی بظاہر یہ متضاد مفہوم کیوں نظر آتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان مفاہیم میں قطعاً تضاد نہیں۔ جہاں فرمایا اللہ ہی مددگار ہے، وہاں مراد ہے ذاتی طور پر مددگار وہی ہے اور جہاں دوسرے مددگاروں کا ذکر آیا تو دراصل ان کی مددگاری ذاتی نہیں، عطائی ہے۔ اسی طرح علم غیب اور دوسرے مسائل۔ علم غیب تو ایک طرف مطلقاً علم بھی تو ذاتی طور پر کسی اور کے لئے نہیں۔ ایک نوجوان کو بحث کرنے کا بہت شوق تھا۔ بحث کے دوران میں نے کہا اللہ کا علم غیب ذاتی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا عطائی ہے۔ بولا عطائی ہوا تو پھر وہ علم غیب نہ ہوا۔ میں نے کہا کیا تمہارے ہاں کوئی عالم نہیں جو مجھ سے بات کرتا کہنے لگا بڑے عالم ہیں میں نے پوچھا ان کا علم ذاتی ہے یا عطائی، بولا عطائی

میں نے کہا پھر تم نے انھیں عالم کیوں مانا۔ وہ چپ ہوگیا اور جب تک میں پائلٹ سیکنڈری سکول میں رہا، وہ چپ ہی رہا۔

اس فرق کو پہلے بھی 'توحید اور محبوبان خدا کے کمالات' میں کہیں کچھ اجمال سے بیان کیا گیا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ اللہ کے علم کو ذاتی اور محبوبان خدا کے علم کو عطائی ماننے سے تضاد اٹھ جاتا ہے۔ ایمان بچ جاتا ہے۔ میخانہ نجد کے سرشاروں کو تضاد کے اٹھنے اور ایمان کے بچ جانے سے کوئی دلچسپی نہیں، گستاخی و بے ادبی کے سوا ان کی کوئی منزل نہیں لہذا قرآن پاک پر غور وفکر کرنے کی انھیں ضرورت نہیں۔ اعلیٰحضرت مجدد ملت نے یہاں یہی نکتہ کچھ تفصیل سے بیان فرمایا ہے، سنیں، لطف اندوز اور خوش ہوں گویا یہ اس ساری بحث کا خلاصہ ہے (اگرچہ زبان کچھ دقیق ہے مگر نہایت مبارک اور دل افروز اور باطل سوز ہے)

" اقول و بـالـلـه التوفيق۔ نسبت واسناد دو قسم ہے حقیقی کہ مسند الیہ حقیقۃ سے متصف ہو اور مجازی کہ کسی علاقہ سے غیر متصف کی طرف نسبت کردیں جیسے نہر کو جاری یا جالس سفینہ کو متحرک کہتے ہیں حالانکہ حقیقۃ آب و کشتی جاری و متحرک ہیں۔ پھر حقیقی بھی دو قسم ہے ذاتی کہ خود اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو اور عطائی کہ دوسرے نے اسے حقیقۃ متصف کردیا ہو، خواہ وہ دوسرا خود بھی اس وصف سے متصف ہو جیسے واسطہ فی الثبوت میں یا نہیں جیسے واسطہ فی الاثبات میں۔ ان سب صورتوں کی اسنادیں تمام محاورات عقلائے جہاں و ہر اہل ہر مذہب و ملت و خود قرآن و حدیث میں شائع و ذائع مثلاً انسان عالم کو عالم کہنا۔

فرق ذاتی و عطائی قرآن عظیم میں جا بجا اولوا العلم و علماء بنی اسرائیل اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی نسبت لفظ علیم وارد پر حقیقت عطائیہ ہے۔ یعنی بعطائے الٰہی وہ حقیقۃ متصف بعلم ہیں اور مولیٰ عزوجل نے اپنے نفس کریم کو علیم فرمایا، یہ حقیقت ذاتیہ ہے کہ وہ بے کسی کی عطا کے اپنے ذات سے عالم ہے۔ سخت احمق ہے وہ کہ ان اطلاقات میں فرق نہ کرے۔ وہابیہ کے مسائل شرکیہ استعانت و امداد و علم غیب و تصرفات و ندا و سماع فریاد وغیرہ اسی فرق نہ کرنے پر مبنی ہیں"۔

جملہ معترضہ۔ زیادہ ہی طول پکڑ گیا۔ بات تو یہ ہو رہی تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عشق و ادب کی راہ پر چل رہے تھے، اس لئے اللہ کی ذات وصفات پر دل کے اطمینان کے ساتھ ایمان رکھتے تھے اور یہ دل کا اطمینان بھی دراصل محبوب خدا سرور دوسرا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفے علیہ التحیۃ والثناء کی محبت وصحبت کے فیض سے تھا۔ انھیں منافقین کے برعکس اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہر محبوب سے محبوب تر تھے۔ آج یا کبھی اگر کوئی حق کے راستے پر چلنا چاہتا ہے اور سچے اسلامی عقائد کی تلاش میں ہے تو قرآن پاک کی رو سے اسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔ چنانچہ آپ تحقیق کرکے دیکھیں تو اہل سنت کے جن عقائد کو مخالفین شرک سے تعبیر کرتے ہیں صدر اسلام میں وہ سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عقائد تھے اور خود ان مخالفین کا شجرہ عقائد و افکار اصحاب عظام علیہم الرضوان سے نہیں بلکہ منافقین سے ملتا ہے، مثلاً آج انھیں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے علم غیب سے انکار ہے تو ابتدائے تاریخ اسلام میں منافقین مدینہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے علم غیب کے منکر تھے۔ آج انھیں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مددگاری، مشکلکشائی اور حاجت روائی سے انکار ہے تو دور اول میں منافقین کا طرز فکر بھی یہی تھا۔ اس کے برعکس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مددگار، مشکلکشا و حاجت روا بھی سمجھتے تھے۔ آج ادب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی جن اداؤں کو منافقین نے شرک ٹھہرایا ہے تو یہ سبق بھی انھوں نے انھیں منافقین کے مکتب بغض وحسد اور مدرسہ کبر وغرور سے حاصل کیا ہے۔ پہلے منافقین بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حاضری سے حتی المقدور رکتے اور روکتے تھے، آج بھی منافقین کا یہ طرز عمل ہے۔ یہ الگ بات ہے ان گندم نما جو فروشوں کا پہلا نام آیت و روایات میں 'منافقین' تھا۔ پھر اگلے ایڈیشن میں یہ خوارج کے نام سے سامنے آئے اور دور حاضر میں جب انگریزوں کی نظر کرم بھی ان کے شامل حال ہوئی تو اہل حدیث اور دیو بندی کہلائے۔

شان صاحب معراج علیہ التحیات والسلام

حضرت پیر سائیں غلام رسول قاسمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بٰرکنا حولہ لنریہ من اٰیتنا انہ ھو السمیع البصیر

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کوراتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی، جس کے ماحول کو ہم نے بابرکت بنایا ہے تا کہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں بے شک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔ (بنی اسرائیل:۱)

اس آیت میں سبحان الذی کا اہتمام جسمانی معراج کی دلیل ہے۔ عبد کا لفظ جسم اور روح کے مجموعے پر بولا جاتا ہے لہذا لفظ عبد بھی جسمانی معراج کی دلیل ہے۔ کفار نے معراج کا انکار کیا تھا۔ ان کا یہ انکار اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ معراج جسمانی تھی ورنہ روحانی معراج کے انکار کا کوئی تک نہیں۔ یہی قول حضرت سیدنا ابن عباس، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت حذیفہ، حضرت عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت مالک بن صعصعہ، حضرت ابی حبہ بدری، حضرت سیدنا ابن مسعود، ضحاک، سعید بن جبیر، قتادہ، ابن مسیب، ابن شہاب، ابن زید، حسن، ابراہیم، مسروق، مجاہد، عکرمہ، ابن جریج، طبری، احمد بن حنبل اور ان کے علاوہ بے شمار فقہاء، محدثین، متکلمین اور مفسرین کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (الشفاء جلد ا صفحہ ۱۱۴)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو معراج نبوت کے بارھویں سال ہوئی۔ قرآن پاک میں دو جگہوں پر معراج شریف کا ذکر ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں معراج شریف پر تشریف لے جانے کا ذکر ہے۔ جب کہ ستائیسویں پارے میں والنجم اذا ھویٰ (سورہ نجم ا تا ۱۸) میں معراج کی تفصیلات اور واپسی کا ذکر ہے۔

اس کے علاوہ کتب حدیث میں معراج کے پورے باب موجود ہیں مثلاً پاکستان کی چھپی ہوئی بخاری جلد ا صفحہ ۵۴۸ پر باب المعراج، مسلم جلد ا صفحہ ۹۱ پر باب الاسراء، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۲۶ پر باب فی المعراج، موجود ہے۔ تمام کتب سیرت میں بھی واقعہ معراج کی تفصیلات درج ہیں۔

معراج کے لفظی معنی سیڑھی کے ہیں اور اصطلاحاً محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے حالت بیداری میں آسمانوں کی سیر کو جانے اور اللہ کریم سے براہ راست ہم کلام ہونے اور دیدار سے مشرف ہونے کو معراج کہا جاتا ہے۔ جسمانی معراج نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا خاصہ ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے پہلے کسی نبی کو جسمانی معراج نہیں ہوئی البتہ روحانی معراج ہوتی رہی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

یستبشر به اھل السماء ترجمہ: آسمان والوں کو پہلے سے معراج کی خوش خبری سنادی گئی تھی (بخاری شریف حدیث: ۷۵۱۷)

اور وہ اس انتظار میں تھے کہ کب جانِ محبوب دیکھنا نصیب ہو (فتح الباری کمافی حاشیۃ البخاری صفحہ ۱۱۲۰)

کتب حدیث میں جو تفصیلات درج ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حطیم یا کعبہ میں سو رہے تھے کہ حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے آکر جگایا اور معراج کی خوش خبری سنائی۔ چاہ زم زم پر لے جا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سینۂ اقدس کو چاک کیا گیا۔ قلب اطہر نکام کر زم زم سے غسل دیا گیا۔ اس میں ایمان وحکمت بھر دی گئی اور واپس رکھنے کے بعد سینۂ اقدس کو سی دیا گیا۔ (یہ سب کچھ نور علیٰ نور کرنے کے لئے تھا۔ جیسے وضو کے بعد وضو نور علیٰ نور ہے) پھر ایک سواری لائی گئی جو گدھے سے بڑی اور خچر سے چھوٹی تھی۔ اس کا نام براق تھا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم براق پر سوار ہونے لگے تو اس نے شوخی دکھائی۔ حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا تم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے سامنے شوخی کرتے ہو؟ اللہ کی قسم آج تک کوئی اس جیسا اللہ کا مکرم ومحترم پیغمبر تم پر سوار نہیں ہوا۔ یہ سن کر براق پسینے میں ڈوب گیا (الوفا صفحہ ۲۲۴)۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچے۔ راستے میں قدرت خداوندی کے کئی مناظر دیکھے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر شریف میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو سواری کو باندھا، تمام انبیاء علیہم السلام منتظر تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اقتداء میں سب نے نماز پڑھی۔ مختلف انبیاء کرام علیہم السلام نے باری باری خطبہ دیا اور اپنے اپنے انداز سے اللہ کریم کی حمد وثناء بیان فرمائی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

الحمد للہ الذی ارسلنی رحمۃ للعلمین و کافۃ للناس بشیرًا و نذیراً و انزل علی الفرقان فیہ تبیان کل شی ء وجعل امتی خیر امۃ اخرجت للناس وجعل امتی ھم الاولین والاخرین و شرح لی صدری ووضع عنی وزری ورفع لی ذکری وجعلنی فاتحاً و خاتماً ثم قال ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام للانبیاء علیھم السلام بھٰذا افضلکم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کذا فی الشفا والخصائص الکبریٰ

ترجمہ: سب تعریف اللہ ہی کے لئے جس نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور تمام انسانوں کے لئے خوش خبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر حق اور باطل میں تمیز کرنے والا قرآن نازل فرمایا جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور میری امت کو بہترین امت بنایا جسے لوگوں کے لئے نکالا گیا ہے اور میری امت کو پہلا اور آخری بنایا ہے اور میرے لئے میرا سینہ کھول دیا گیا ہے اور مجھ پر سے میرا بوجھ اتار دیا گیا ہے اور میرے لئے میرا ذکر بلند فرمایا اور مجھے آغاز کرنے والا اور اختتام کرنے والا بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام نے انبیاء علیہم السلام کو فرمایا انہی وجوہات کی بنا پر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) تم پر فضیلت لے گئے۔ (الشفاء ۱/۱۰۹،۱۱۰، تفسیر ابن کثیر ۳/۲۹)

پھر آسمان کی طرف عروج فرمایا۔ ہر آسمان کے دروازے پر ایک دربان ہوتا تھا۔، وہ پوچھتا کہ کون ہے؟ حضرت جبریل علیہ

السلام فرماتے کہ جبریل ہوں۔ وہ پوچھتے ساتھ کون ہے؟ فرماتے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم)۔ وہ پوچھتے کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ فرماتے ہاں۔ وہ مرحبا کہتے اور دروازہ کھول دیتے۔ ہر آسمان پر یہی ہوا۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام، دوسرے آسمان پر حضرت یحیٰ وحضرت عیسیٰ علیہما السلام، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ (یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ معراج سوچے سمجھے منصوبے اور با قاعدہ نظم وضبط کے ساتھ کرائی جا رہی تھی۔ اس میں میزبانانہ تکلف کو ملحوظ رکھا گیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اعزاز وتکریم کی پابندی کرائی گئی۔)

پھر سدرۃ المنتہیٰ پہنچے سدرہ ایک درخت کا نام ہے جس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح اور اس کے پھل مٹکوں کی طرح ہیں۔ وہاں چار نہریں تھیں۔ دو ظاہر، دو باطن، باطنی نہریں جنت کی تھیں اور دوسری نہریں نیل اور فرات تھیں۔ یہی سدرہ وہ مقام ہے جہاں تک بنی آدم کے اعمال پہنچتے ہیں، جو احکام اوپر سے آتے ہیں یہیں سے وصول ہوتے ہیں اور جو اعمال نیچے سے آتے ہیں یہیں پر انتہا پسند ہوتے ہیں۔ یہی حضرت جبریل علیہ السلام کا آخری مقام ہے۔ یہاں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ سلم کو براق سے اتارا گیا اور اس سے آگے آپ ایک مخمل کے سبز تخت پر تشریف فرما ہوئے جس کا نام رف رف ہے۔ محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ سلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اپنی دل لگی کے لیے فرمایا کہ اس سے اوپر بھی میرے ساتھ چلیں۔ انہوں نے عرض کیا: **لا اقدر ولو خطوت خطوۃ لاحترقت**

ترجمہ: مجھ میں اس سے آگے جانے کی ہمت نہیں ہے، اگر میں ایک قدم بھی آگے بڑھا تو جل جاؤں گا۔

(الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۳۶۶)

پھر بیت المعمور کی طرف رفع ہوا۔ پھر تین پیالے پیش کیے گئے، ایک میں شراب دوسرے میں دودھ اور تیسرے میں شہد تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ سلم نے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ کہا گیا کہ یہی فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ سلم نے اللہ کریم کے دیدار کا شرف حاصل کرنے کی اجازت چاہی تو دل لگانے اور مانوس کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز میں یہ الفاظ سنائے گئے یا محمد قف ان ربک یصلی۔ ترجمہ یعنی اے محمد ٹھہر جایئے آپ کا رب درود بھیج رہا ہے۔ (الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۳۶۷)

پھر اللہ کریم سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا اس کی شان اور عظمت کو ظاہر کرتا ہے اس طرح اللہ کریم جل شانہ نے اپنے حبیب کو عرش پر چڑھ جانے کا شرف بخشا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان اور عظمت کا اظہار فرمایا (الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۳۷۰)

ما زاغ البصر و ما طغیٰ کی نوبت آئی یعنی نہ آنکھ ٹیڑھی ہوئی اور نہ ادب کی حد سے بڑھی۔ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ فرمایا **رایت نوراً** یعنی میں نے اللہ کو دیکھا ہے وہ نور ہے (مسلم

شریف حدیث:۴۴۴، السنۃ لابن ابی عاصم حدیث: ۴۵۰) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس میں کونسی تعجب کی بات ہے کہ خلیل ہونا ابراہیم کا حصہ ہو، کلام موسیٰ کا حصہ ہو اور اللہ کو دیکھنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہو۔ (السنۃ لابن ابی عاصم حدیث:۴۵۱، مستدرک حاکم حدیث:۲۱۶)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن عباس کی حدیث پر مجھے اتنا اعتبار ہے کہ میں کہتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو دیکھا ہے، دیکھا ہے، دیکھا ہے، دیکھا ہے۔ آپ مسلسل دیکھا ہے دیکھا ہے کہتے رہے حتیٰ کہ آپ کی سانس ٹوٹ گئی۔ (الشفاء جلد ا صفحہ ۱۲۰) اور **فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ** کے راز و نیاز ہوئے یعنی اللہ نے اپنے بندے سے باتیں کیں وہ باتیں جو بھی تھیں۔ **فعلم بہ ما لم یکن یلمہ قبل ذلک** یعنی آپ صلی اللہ وسلم نے وہ سب کچھ جان لیا جو آپ اس سے پہلے نہیں جانتے تھے (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۶۷) اللہ کریم جل شانہ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا **یا محمد بم اشرفک؟** یعنی اے محمد میں آپ کو کون سا شرف بخشوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے عرض کیا **ازب بان تنسبنی الیٰ نفسک بالعبودیۃ** یعنی میں اپنے رب مجھے اپنا بندہ کہہ دے۔ اسی کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے **سبحان الذی اسریٰ بعبدہ** کے الفاظ نازل فرمائے (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۲۹۲، خازن جلد ۳ صفحہ ۱۵۲)۔ اس قدر انتہائی بلندیوں پر پہنچنے کے باوجود اپنے لیے عبد کا لفظ پسند فرمایا حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کی انتہا ہے اور اس میں امت کے لئے عاجزی کا سبق موجود ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معبود نہ سمجھنے کی تعلیم موجود ہے۔ قرطبی جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۱)

قرآن مجید معراج شریف کی تفصیلات کی یوں منظر کشی فرماتا ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تعلیم دینے والا خود اللہ ہے جو شدید قوتوں والا ہے۔ اس زبردست ذات نے اپنے حبیب کی خاطر اہتمام کیا۔ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائرہ امکان کی بلند ترین چوٹی پر تھے۔ اللہ ان سے قریب اور مزید قریب ہوا۔ حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلے پر آ گئے۔ یہاں رب نے اپنے پیارے بندے سے راز و نیاز کی باتیں کیں۔ جو کچھ آنکھ نے دیکھا، دل نے اس کی تصدیق کی۔ اے لوگو! میرا محبوب تو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہے اور تم ہو کہ محض وہم و گمان اور اندازوں کی بنا پر اس سے جھگڑتے ہو؟ ایک مرتبہ تو کجا اس نے تو وہ نظارہ دوسری مرتبہ بھی دیکھا اور ضرور دیکھا ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کے قریب دیکھا ہے اور ادھر ہی جنت الماویٰ بھی موجود ہے۔ صورتحال یہ تھی کہ سدرہ کو انوار و تجلیات نے ڈھانپ لیا تھا۔ مگر یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں کی ہمت ہے کہ اس طرح ڈٹ کر دیکھا کہ آنکھ بھی نہیں جھپکی اور ڈٹ کر دیکھنے کے باوجود آنکھ بے ادب بھی نہیں ہوئی۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں'' تفسیر ترجمہ سورۃ النجم آیت ۵ تا ۱۸)

اسی دوران پچاس نمازیں فرض ہوئیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے توسط سے پانچ تک کم ہو گئیں۔

آسمانوں کی سیر ہوئی۔ حکومت سماوی کا مشاہدہ ہوا۔ جنت اور دوزخ کے مناظر دیکھنے میں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے اندر بھی تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آپ کون سا بہترین عمل کرتے ہیں جس کی

برکت سے اللہ کریم نے آپ کو یہ مقام بخشا ہے کہ میں نے جنت میں اپنے آگے آگے آپ کے جوتوں کی آواز سنی ہے۔(فانی سمعت دف نعلیک بین یدی فی الجنة)انہوں نے عرض کیا کہ میں جب بھی تازہ وضو کرتا ہوں تو دو رکعت نماز نفل پڑھتا ہوں (مسلم شریف حدیث:۶۳۲۴، بخاری شریف حدیث:۱۱۴۹، ترمذی شریف حدیث:۳۶۸۹، مسند احمد حدیث:۸۴۲۴) پھر اس طویل سفر کا اختتام ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی براق پر صبح کی روشنی سے پہلے پہلے واپس مکہ شریف میں تشریف لے آئے مگر زمین پر ابھی تک وہی رات طاری تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اسمائے الٰہیہ کے حضور سے گزرے تھے تو انہی اسماء کے اوصاف سے متصف ہو گئے۔اسم رحیم سے گزرے تو رحیم ہو گئے، اسم غفور سے گزرے تو غفور ہو گئے، اسم کریم سے گزرے تو کریم ہو گئے، اسم حلیم سے گزرے تو حلیم ہو گئے، اسم شکور سے گزرے تو شکور ہو گئے، حتی کہ جب معراج سے واپس تشریف لائے تو کمال کی انتہا تک پہنچ چکے تھے۔(الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۳۶۸)

حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ واقعہ بیان فرمایا تو قریش نے اس کا انکار کیا اور ثبوت کے طور پر بیت المقدس کی اشیاء اور ان کی نشانیاں پوچھنے لگے اللہ نے بیت المقدس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا۔کفار ایک ایک نشانی کے بارے میں پوچھتے جا رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کو دیکھ دیکھ کر جواب دیے جا رہے تھے۔(بخاری شریف حدیث:۳۸۸۶، مسلم شریف حدیث: ۴۲۸، ترمذی شریف حدیث:۳۱۳۳)

اس کے بعد کفار نے کہا کہ اچھا کوئی راستے کا واقعہ سنائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا راستے میں روحا کے مقام پر مجھے ایک تجارتی قافلہ ملا جن کی اونٹنی گم ہو چکی تھی وہ اس اونٹنی کی تلاش میں گئے ہوئے تھے۔ان کی غیر موجودگی میں پانی کا ایک پیالہ بھرا رکھا تھا جسے میں نے پی لیا۔جب اونٹنی انہیں مل گئی تو وہ واپس اپنے ٹھکانے پر آ گئے۔جب وہ مکہ پہنچے تو ان سے یہ ساری باتیں پوچھ لینا اور ان سے پوچھنا کہ جس پیالے کو تم بھرا ہوا چھوڑ کر گئے تھے واپسی پر وہ خالی تھا کہ نہیں؟۔(طبرانی، بغوی جلد۳ صفحہ ۹۶، زرقانی جلد۶ صفحہ ۱۲۶)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور قافلے کے بارے میں بتایا کہ وہ قافلہ بنی فلاح کا ہے، ایک خاکی رنگ کا اونٹ سب سے آگے ہو گا جس پر دو بورے لدے ہوئے ہوں گے اور وہ صبح کے وقت مکہ پہنچ جائے گا۔صبح تک لوگ منتظر رہے ایک شخص نے کہا وہ سورج نکل آیا اور دوسرے نے فوراً کہا وہ قافلہ آن پہنچا۔ولید بن مغیرہ نے یہ سب کچھ دیکھ کر کہا کہ یہ جادو ہے۔(بغوی جلد۳ صفحہ ۹۷، زرقانی جلد۶ صفحہ ۱۲۶)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک نشانی یہ بھی بتلائی کہ فلاں تجارتی قافلہ جو شام سے آ رہا ہے، بدھ کے دن سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے پہنچ جائے گا۔جب بدھ کا دن ہوا تو سورج غروب ہونے لگا مگر قافلہ ابھی تک نہ پہنچا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دعا فرمائی تو اللہ کریم جل جلالہ نے سورج کو روک دیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے فرمان کے مطابق غروب آفتاب سے پہلے پہلے قافلہ پہنچ گیا۔(بیہقی، زرقانی جلد۶ صفحہ ۱۲۶)

بعض کفار نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ تمہارا دوست کہتا ہے کہ میں راتوں رات بیت المقدس سے ہو کر آیا

ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا واقعی میری یار نے یہ بات کہی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا اگر میرے یار نے ایسا کہا ہے تو سچ کہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تم اس بات کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ راتوں رات بیت المقدس گیا اور صبح سے پہلے پہلے واپس بھی آ گیا؟ آپ نے فرمایا ہاں، میں اس سے بھی بڑی بڑی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں۔ وہ صبح شام مجھے آسمان کی خبریں دیتا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا رہتا ہوں۔ اس کے بعد ابو بکر کا لقب صدیق پڑ گیا۔ (مستدرک حاکم حدیث:۴۴۶۲)

اللہ کریم جل شانہ نے کفار کے اعتراضات کا روان الفاظ سے فرمایا ہے کہ:

والنجم اذا ھویٰ ما ضل صاحبکم وما غویٰ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ

ترجمہ: قسم ہے روشن ستارے (وجود محمدی) کی جب وہ معراج کے بعد زمین پر اترے۔ تمہارے آقا نہ گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے اور وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے، جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی ہے جو اللہ کی طرف سے کی جاتی ہے۔ (النجم:۱تا۴)

واقعہ معراج اختصار سے آپ نے پڑھا، اسے کتب احادیث سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس کا زیادہ تر حصہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے لیا گیا ہے جو مشکوۃ صفحہ ۵۲۷، ۵۲۸ پر بھی درج ہے۔

نکات:

(۱): اتنے طویل سفر کے ایک ہی رات میں طے ہو جانے کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کائنات کی روح ہیں، جب روح نکل گئی تو جسم بے جان ہو گیا۔ مرور زماں تھم گیا اور جب روح واپس آئی تو قصہ زیست پھر سے بحال ہو گیا۔

(۲): حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھنا حیات انبیاء علیہم السلام کی دلیل ہے۔

(۳): براق کا لفظ برق سے بنا ہے، برق کا معنی بجلی ہے اور بجلی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے (تیس کروڑ میٹر فی سیکنڈ)۔ اتنی تیز رفتاری سے گزرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ بھی لینا، پہچان بھی لینا اور یہ بھی جان لینا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے روحانی کمالات کا آئینہ دار ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کا مسجد اقصیٰ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے پہلے موجود ہونا اور آسمان پر بھی تمام انبیاء کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے پہلے پہنچ کر استقبال کرنا روح کی محیر العقول رفتار کی دلیل ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فضا میں پرواز کر جانا اور سات آسمانوں کو چیرتے ہوئے عرش تک پہنچ جانا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عظمت کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ اسلام ایک سائنٹیفک مذہب ہے۔ فلسفہ قدیم اجرام فلکیہ کو کراس کرنا محال سمجھتا ہے اور فلسفہ قدیم و جدید دونوں زمین کے گرد کرہ زمہریر یا کرہ ناری کو کراس کرنا ناممکن سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی جسمانی معراج کو ناممکن سمجھتے رہے مگر دور جدید کی سائنس کی تائید اور اگر انسان واقعی چاند تک پہنچ چکا ہے تو یہ فلسفہ قدیم و جدید کے باطل ہونے کا سائنسی ثبوت ہے۔ قصیدہ بردہ شریف میں ہے:

وانت تخترق السبع الطباق بھم　　　فی موکب کنت فیہ صاحب العلم

ترجمہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آسمانوں کے ساتوں طبقات میں شگاف کرتے چلے گئے جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کسی لشکر کی قیادت فرمارہے ہوں اور جھنڈا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ہاتھ میں ہو۔

(۴): حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نمازیں معاف کرانا اہل قبور سے مدد لینے کے جواز کی دلیل ہے۔

(۵): لباس سمیت عرش پر چلے جانا اس بات کی دلیل ہے کہ جو چیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے جسم مبارک سے نسبت اور مس حاصل کرلے وہ دنیا کی تمام اشیاء سے افضل و مشرف ہے۔ اس پر امت کا اجماع ہے کہ آج جو جگہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے جسم اطہر سے چھو رہی ہے وہ عرش عظیم سے افضل ہے۔

تنبیہ:

ثم دنی فتدلیٰ اور **فاوحیٰ الیٰ عبدہ** کی تفسیر بخاری شریف میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح منقول ہے کہ:

ودنا الجبار رب العزۃ فتدلیٰ حتیٰ کان منہ قاب قوسین او ادنیٰ فاوحی اللہ الیہ

ترجمہ: اللہ رب العزت اپنے حبیب کے قریب ہوا اور مزید قریب ہوا یہاں تک کہ رب العزت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) سے دو کمان یا اس سے بھی زیادہ قریب ہوگیا، پھر اللہ نے اس کی طرف وحی فرمائی (بخاری شریف حدیث: ۷۵۱۷)

نیز **فاوحیٰ** کی ضمیر مستتر اگر حضرت جبریل امین کی طرف لوٹائی جائے اور **عبدہ** کی ضمیر اللہ کریم کی طرف لوٹائی جائے تو اس سے ضمائر کا انتشار لازم آتا ہے جو کسی کلام میں شدید نقص کا باعث ہے۔ معلوم ہوا کہ مرجع ضمائر ایک ہی ذات خداوندی ہے۔

ثانیاً **مازاغ البصر وما طغیٰ** میں دیدو مشاہدہ کو اتنے اہتمام سے بیان فرمانا محض سیدنا جبریل امین علیہ السلام کے شایان شان نہیں۔ یہ تجلیات ذات الٰہیہ ہی کی شان ہوسکتی ہے جن کا مشاہدہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرمائیں اور قرآن اس کی منظر کشی کرے۔

ثالثاً **ما طغیٰ** کے معنی ہیں "حد سے نہ بڑھی" جبریل امین تو خود در مصطفیٰ پر بصد ادب و احترام حاضری دیا کرتے تھے۔ چشم مصطفیٰ پر ادب جبریل

لازم ہی نہیں۔ پھر حد سے بڑھنا یا نہ بڑھنا کیسا؟ یقیناً یہ اللہ پاک کی ذات والا صفات کا مشاہدہ ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ادب کو ملحوظ رکھا۔

محدث زماں حضرت علامہ محمد اسحاق ظفری علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"مکتوب دوم" دوسرا مکتوب ۲

فارسی	اردو
"دربیانِ حصول ترقیات و مباہات بعنایات خداوندی جل سلطانہ نیز با پیر بزرگوار خود نوشتہ اند قدس سرہ"	خداوند جل سلطانہ کی عنایات سے ترقیوں اور مبارکوں کے حصول کے بیان میں اپنے مرشد عالی مقام کو لکھا ہے
"عرضداشت" کمترین بندگان احمد بذروہ عرض میرساند"	"عرض نامہ یعنی خط" سب غلاموں سے کم درجہ والا احمد (مجدد صاحب) بلند دربار میں عرض بھیجتا ہے (یعنی بذریعہ خط عرض کررہا ہے)
"امر باستخارہ متصل ماہ مبارک رمضان مولانا شاہ محمد رسانید آں قدر فرجہ ندید کہ تا ماہ رمضان خود را بعتبہ بوسی مشرف تواند ساخت بضرورت بر منقضی آں خود را تسلی داد"	استخارہ کرنے کا حکم مولانا شاہ محمد نے رمضان مبارک کے مہینہ کے متصل پہلے پہنچایا اتنی گنجائش نہ دیکھی کہ رمضان داخل ہونے سے پہلے دربار کی چوکھٹ چوم سکوں (یعنی دربار میں حاضر ہوسکوں درمیان میں اتنا وقت نہ تھا) ضرورت کی وجہ سے رمضان گزرنے پر اپنے آپ کو تسلی دی (یعنی رمضان کے بعد حاضری دوں گا)
"از عنایات خداوندی جل و علا کہ بابرکت توجہات علیہ حضرت ایشان علی التواتر والتوالی فائض و وارد اند چہ عرض نماید"	خداوند بزرگ وبرتر کی عنایات سے حضرت جناب کی توجہات کی برکت سے پے در پے فائض اور وارد ہیں (یعنی انوار وتجلیات وارد ہورہے ہیں بڑے مقامات پر فائض ہونا جاری ہے) کیا عرض کروں (فیض کی کثرت بیان سے باہر ہے)
من آن خاکم کہ ابر نو بہاری کند از لطف برمن قطرہ باری اگر بر روید از تن صد رزبانم چو سبزہ شکر لطفش کے توانم	("دوشعر") میں وہ مٹی ہوں کہ نئی بہار کے بادل مہربانی سے مجھ پر بارش برساتے ہیں اگر سبزے کی طرح میرے جسم پر سو زبانیں اُگیں پھر بھی اس کی مہربانی کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں (یعنی پورا شکر کرنا ناممکن ہے)
"ہر چند اظہارِ ایں قسم احوال مُوہِم جرئت و گستاخی است ومشعرِ افتخار ومباہات است"	ہر لحاظ سے اس قسم کے احوال کو ظاہر کرنا دلیری اور گستاخی کے وہم میں ڈالتا ہے اور فخر وغرور کرنے کی نشاندہی کرتا ہے
ولے چون شہ مرا برداشت از خاک سزد گر بگذرانم سر ز افلاک	لیکن جب بادشاہ نے مجھے مٹی سے اٹھایا ہے تو جائز ہے اگر سر آسمان سے اوپر گزار دوں۔
"ابتداءِ عالم صحو وبقا از اواخر ماہ ربیع الآخر است و تا حال ببقائے خاص در ہر یک مدّتی مشرف میسازند"	عالم صحو اور بقا کی ابتدا ماہ ربیع الثانی کے آخری دنوں سے ہے اور ابتک ہر وقت خاص قسم کی بقا کے ساتھ مشرف کرتے ہیں (یعنی ہر آنیوالی گھڑی میں ایک نئی بقا نصیب ہوتی ہے)۔

ابتداء از تجلی ذاتی حضرت شیخ محی الدین است قدس سرہ	حضرت شیخ محی الدین جیلانی قدس سرہ کی ذاتی تجلی سے ابتداء ہے۔
در صحوی آرند باز بسکر می برند	صحو میں لاتے ہیں پھر سکر میں لے جاتے ہیں۔
''و در نزول و عروج علوم غریبہ و معارف عجیبہ افاضہ میفر مایند و باحسان و شہودِ خاص در ہر مرتبہ کہ مناسب بقائے آں مقام است مشرف میسازند''	اور اتار و چڑھاؤ میں علوم غریبہ اور معارف عجیبہ کا فیض عطا فرماتے ہیں اور ہر مرتبہ میں احسان اور شہود خاص جو اس مقام کی بقاء کے مناسب ہے کے ساتھ مشرف کرتے ہیں۔
''بتاریخ ششم ماہ مبارک رمضان ببقائے مشرف ساختند و احسانے میسر شد کہ چہ عرض نماید''	رمضان مبارک کے مہینہ کی چھ تاریخ کو ایک خاص بقاء سے مشرف کیا اور بہت احسان (اخلاص) میسر ہوا کہ بندہ کیا عرض کرے۔
''میداند کہ نہایت استعداد تا آنجا بود و وصلے کہ مناسب حال بود ہم اینجا میسر گشت و جہتِ جذبہ اکنون تمام شد و شروع در سیر فی اللہ کہ مناسب مقام جذبہ است واقع شد''	بندہ جانتا ہے کہ استعداد کی نہایت وہاں تک تھی اور وہ وصل جو حال کے مناسب تھا بھی یہاں میسر ہوا اور جذبہ کی جہت اب پوری ہوئی (یعنی جذبہ انتہا کو پہنچی) اور مقام جذبہ کے مناسب سیر فی اللہ میں آغاز ہوا (یعنی سیر فی اللہ جو عبادت ہے حرکت علمیہ سے مراتب وجوب کے اندر وہ شروع ہوئی)
''ہر چند فنا اتم باشد بقاء مترتب بر ان اکمل خواہد بود''	جتنی فنا زیادہ مکمل ہوگی اس پر مرتب ہونے والی بقا اکمل ہوگی۔
''و ہر چند بقا اکمل باشد صحو بیشتر خواہد بود و ہر چند صحو بیشتر باشد افاضہء علوم موافق شریعت غرا می افتد''	اور بقا جتنی زیادہ کامل ہوگی تو صحو بہت ہی زیادہ ہوگی اور جتنی صحو زیادہ ہوگی روشن شریعت کے موافق علوم کا افاضہ واقع ہوگا (فیض دوسروں تک پہچانا)۔
''چہ کمال صحو انبیاء را بود علیہم الصلوۃ والسلام''	اس لئے کہ کمال صحو انبیاء علیہم السلام کے لئے تھا (ان کی بعثت ہی افاضہ کے لئے تھی)
''و معارفیکہ از ایشاں سر برزدہ اند شرائع است و عقائد یکہ در ذات و صفات بیان فرمودہ اند''	اور وہ علوم جو ان سے ظاہر ہوئے ہیں وہ احکام شرعیہ ہیں اور ذات و صفات باری میں جو انہوں نے بیان فرمایا ہے وہ شرعی عقائد ہیں۔
''و مخالفت ظاہر آں از بقیہء سکر است''	اور ظاہر شریعت کی مخالفت بقیہء سکر سے ہے (یعنی کسی ولی سے اگر ظاہر شریعت کے مخالف کوئی بات صادر ہو تو سکر ہے جو قابل تقلید نہیں اور قابل مواخذہ بھی نہیں)۔
''الحال معارفے کہ باین کمینہ فائض اند اکثر تفصیل معارف شرعیہ است''	اس وقت اس کمینہ کو (یعنی مجدد صاحب ''لفظ کسرِ نفسی ہے'') جو علوم کا فیض ہوا ہے اکثر شرعی علوم کی تفصیل ہے۔
''و بیان آنہا''	اور ان کا بیان ہے (یعنی یہ علم جو مجھے حاصل ہوا ہے وہ شرعی علم کی تفصیل اور بیان ہے۔
''و علم استدلالی کشفی و ضروری می گردد و مجمل مفصل می شود''	اور دلائل سے حاصل ہونے والا علم کشفی اور ضروری ہو جاتا ہے اور مجمل مفصل ہو جاتا ہے (جو علم دلائل سے حاصل ہو وہ استدلالی ہے اور جو کشف سے حاصل ہو وہ کشفی ہے اور جو دلیل کے بغیر حاصل ہو وہ بدیہی ہے جسکو ضروری بھی کہتے ہیں لہذا جو کشف سے حاصل ہوا اس میں استدلال کی ضرورت نہیں تو وہ ضروری بدیہی ہوا۔

’’گر بگویم شرح این بے حد شود‘‘	اگر اسکی وضاحت کروں تو بے حد وحساب ہو جائیگی (یعنی زیدہ)۔
’’میترسم مبادا منجر بگستاخی شود‘‘	میں ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہیں گستاخی کی حد تک کھینچ کر پہنچادے۔
’’مصراع۔ بندہ باید کہ حدِ خود داند‘‘	غلام کو چاہیے کہ اپنی حد کو خود سمجھے (خط کو طول نہیں دینا چاہئے)

’’مکتوب سوم‘‘ تیسرا مکتوب نمبر۳

فارسی	اردو
’’بیان محبوس شدنِ یاران بمقام مخصوص وگذشتنِ بعضے ازاں ورسیدن بمقامات تجلی ذاتی نیز با پیر بزرگوار خود نوشتہ اند‘‘	بعض مریدوں کا ایک خاص مقام میں محبوس ہو جانے اور بعض کا آگے گزر جانے اور تجلی ذاتی تک پہنچنے کے بیان میں نیز اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا ہے
’’عرضداشت آنکہ‘‘	خدمت عالیہ میں گزارش یہ ہے کہ
’’یارانیکہ اینجا اند وہمچنیں یارانِ آں جائی ہر کدام بمقامے محبوس اند طریق برآوردنِ آنہا ازاں مقامات متعسر است آں قدر قدرت کہ مناسب آں مقام است در خود نمی یابد‘‘	جو ساتھی یہاں ہیں (یعنی سرہند دربار میں) اور ایسے ہی وہاں کے ساتھی (یعنی سالکین دہلی میں مرشد کے دربار میں ہیں) سب سلوک کے ایک مقام میں بند ہیں (آگے ترقی نہیں کر رہے) انکو ان مقامات سے اوپر لیجانا مشکل ہے اس مقام کے مناسب اتنی قدر طاقت بندہ اپنے اندر نہیں پاتا (یعنی بند ساتھیوں کو روحانی تصرف سے نکالنے کی طاقت نہیں اب کیا کیا جائے)
’’حق سبحانہ بابرکت توجہات علیہ حضرت ایشاں ترقی بخشد‘‘	حق سبحانہ حضرت مرشد کامل کی توجہات کی برکت سے ہی ترقی بخشے (یعنی جناب توجہ فرمائیں تو ضرور ترقی ہوگی)
’’یک کس از خویشانِ ایں کمینہ ازاں مقام گذشت و بمقدمہ تجلیات ذاتی رسید‘‘	اس عاجز کے اپنے متعلقین سے ایک شخص اس مقام سے آگے گزرا ہے اور ذاتی تجلیات کے پہلے حصہ تک پہنچا ہے (یعنی مجدد کے اپنے مریدوں سے ایک سالک تجلی ذاتی کی ابتدا تک پہنچا ہے)
’’حالش بسیار خوب است قدم بر قدم حقیر دارد‘‘	اسکا حال بہت اچھا ہے وہ اپنا قدم حقیر (مجدد صاحب) کے قدم پر رکھتا ہے
’’دربارۂ دیگر ہم امیدوار است‘‘	دوسروں کے بارہ میں بھی بندہ امید رکھتا ہے (یعنی امید ہے کہ وہ بھی ترقی کرینگے اور جس کے مقام سے نکلیں گے)
’’دیگر بعضے از یارانِ آنجائی بطریق مقربین مناسب ندارند‘‘	دوسرے بعض ساتھی وہاں کے ساتھیوں سے مقربین کے راستہ کے ساتھ مناسب نہیں رکھتے (یعنی دہلی کے آستانہ مرشد کے سالکین میں سے بعض ساتھی مقربین کے راستہ کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے مقربین کا راستہ محبت، عشق، ذکر وفکر ہے)

حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ اور اشاعت اسلام

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موجودہ دور میں ملت مسلمہ دین کے بارے میں جس حد تک بے حس نظر آتی ہے، شاید اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ کسی طبقے کو لے لیجیے، سخت علت کا شکار ہے۔ پہلے زمانے کے دولتمند اکثر احساس کی دولت سے بھی مالا مال ہوتے تھے اور اشاعت دین و مذہب میں خوب سرگرمی دکھاتے تھے۔ اساتذہ کرام تو خیر اپنے پیشے کے اعتبار ہی سے معماران قوم سمجھے جاتے تھے۔ اور وہ اپنے زیر تربیت طلبہ کے اخلاق و سیرت کی تعمیر بھی مضبوط بنیادوں پر کرتے تھے۔ حکما و اطباء بھی صحیح معنوں میں انسان دوست ہوا کرتے تھے اور فیسوں کے چکر میں الجھے بغیر صحتِ جسمانی ہی نہیں، صحتِ اخلاقی میں بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ آج کا سرمایہ دار طبقہ دنیوی امور میں لاکھوں کروڑوں جمع و خرچ کر کے بھی خدمت دین کے لیے چند ٹکے نکالنا بوجھ محسوس کرتا ہے۔ اساتذہ تعمیر ملت سے بے نیاز ہو کر تعمیر شکم میں مصروف ہیں۔ ڈاکٹر حکیم خود حرص و ہوس کے مریض ہیں۔ (الا ماشاء اللہ) مگر سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ علماء و مشائخ جن کی منصبی ذمہ داری ہی تبلیغ و تذکیر ہے، اپنے فرض سے بڑی اور بُری حد تک غافل ہیں بلکہ اکثر و بیشتر حضرات نے دین کے نام پر محض دنیا کمانے کو اپنا مقصد حیات ٹھہرا لیا ہے۔ گویا وہ لوگ جو اصل میں تزکیہ و اصلاح نفس کے ضامن ہونے چاہئیں، عموماً خود نفسانیت کا پیکر بن چکے ہیں اور دوسروں سے زیادہ اصلاح طلب ہی نہیں بلکہ نا قابل اصلاح ہو چکے ہیں۔

دنیا آج افراتفری کا شکار ہے اور نفسی نفسی کی صدائیں ہر طرف گونج رہی ہیں۔ حرص و ہوس نے فرش زمیں کو جہنم زار بنا رکھا ہے۔ بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے اور دوست دوست کی جان کا دشمن ہے۔ تہذیب حاضر نے انسانیت کو گور کنارے پہنچا دیا ہے اور ماں باپ کا اولاد سے جو مقدس فطری رشتہ ہے، وہ بھی مجروح ہو چکا ہے دنیا کی اس اخلاقی تباہی کا علاج صرف اور صرف دامن اسلام میں ہے اور مشرق و مغرب کی آبادکاری اس کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ جہاں کہیں اسلام کی کوئی کرن پہنچ پاتی ہے۔ ظلمتوں کے مارے ہوئے لوگ اس کی طرف دیوانہ وار لپکتے ہیں اور اسے قلب و نظر میں اتار لیتے ہیں۔ یورپ میں اسلام پر کتنی پابندیاں لگائی گئیں اور اس کے خلاف کتنا تعصب پھیلایا گیا۔ مگر پھر دھیرے دھیرے اسلام نے اپنی راہیں نکال لیں۔ اب الحمد للہ سائنس، فلسفہ، نفسیات غرض جس شعبہ علم سے بھی رابطہ پیدا کرو، وہ اسلام کی اشاعت ہی میں سرگرم نظر آتا ہے۔ دنیا کے سب سے بڑے وہشت گرد بش کا امریکہ دیکھیں تو اسلام دشمنوں کا سب سے بڑا مرکز ہے، مگر وہاں باطل کے تاریک سائے تیزی سے چھٹ رہے ہیں اور حق کے اجالے نئی آب و تاب سے پھیل رہے ہیں۔ یونیورسٹیوں، کالجوں میں اسلام، تجربہ گاہوں اور تجزیہ گاہوں میں اسلام، حتیٰ کہ جیلوں میں اسلام۔ قرآن پاک کا متن نہیں، صرف ترجمہ اور وہ بھی شاید کسی مسلمان کا نہیں، غیر کا، وہ بھی سارا نہیں، کچھ حصہ پڑھا، اسلام نے دل کے دروازے پر دستک دی اور اندر آ گیا۔ ۱۱ ستمبر کا سانحہ مسلمانوں سے اسلام کا انتقام لینے کے لیے بپا کیا گیا مگر ہوا کیا، اسی کے نتیجے میں قرآن پاک بلکہ دوسرے اسلامی لٹریچر کی مانگ ایسی بڑھی کہ چند دنوں میں بازار میں قرآن پاک دستیاب تھا اور نہ کوئی دوسری اسلامی کتاب، ایک محتاط اندازے کے مطابق مہینے کے اندر صرف امریکہ میں چوبیس ہزار افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے سچ ہے کہ

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے — اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے!

ممکن ہے ابھی اسلام کو سمجھنے میں زیادہ دیرلگتی اور مسلمانوں کی مظلومیت کے بارے میں دنیا کے دل زیادہ صاف نہ ہوتے نیز خود مسلمان امت بھی ابھی بیدار اور منظم نہ ہوتی مگر بش نے ظلم وستم کی انتہا کر کے یہ مشکل کام بھی آسان کر دیا چنانچہ دنیا کے طول وعرض میں بلکہ خود امریکہ اور انگلینڈ میں بش کے خلاف مظاہرے ہورہے ہیں، اسے انسانیت کا قاتل قرار دیا جارہا ہے اور ظاہر ہے مظلوموں کے ساتھ یعنی اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ دنیا کی ہمدردی بڑھ رہی ہے۔ نیز ڈاکٹر مہاتیر محمد جیسے دیدہ ور لیڈر امت میں پیدا ہور ہے ہیں جو انشاء اللہ اس کے روشن مستقبل کی علامت و ضمانت ہیں۔

یہ ہیں دنیا کے حالات اور یہ ہے اسلام کی اشاعت کا عالم۔ اب خود فرمایئے ایسے مبلغین کی کتنی ضرورت ہے۔ جو آنکھیں کھول کر گردو پیش کا جائزہ لیں شرق وغرب کے باسیوں کی ذہنی الجھنوں اور فکری پریشانیوں کو سامنے رکھیں اور ان کے زخمی دلوں پر اسلام کا مرہم رکھ کر انہیں عشق وایمان کا آب حیات پلائیں۔

یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ اسلام کی اس روز افزوں اشاعت وہر دلعزیزی کے باوجود خود مسلمانوں کی حالت قابل رشک اور لائق تحسین نہیں ہے۔ جس تہذیب نے انسانوں کی انسانیت لوٹ لی، انہیں حرص وہوس کے سامنے بے دست وپا کر کے رکھ دیا۔ انہیں فحاشی وبے حیائی کا رسیا بنا کر حیوانیت کے قعر مذلت میں پھینک دیا اور انسانی فطرت کے باریک ولطیف تقاضوں کو ان کی آنکھوں سے اوجھل کئے رکھا، وہی (تہذیب) مسلمان معاشرے میں روز بروز پھیلائی جارہی ہے۔ اسلام دشمن بھی جانتے ہیں کہ معاذ اللہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے ان کو جذبہ جہاد سے محروم کر دینا چاہیے اور اس کی آسان صورت یہی ہے کہ ان کے ہاں کھیل کود، عریانی وفحاشی اور بے غیرتی وبے حسی کو فروغ دیا جائے۔ بقول حضرت حکیم الامت،

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے　　　　شمشیر وسناں اول، طاؤس ورباب آخر

چنانچہ اسلام دشمن طاقتیں مسلمان ملکوں کے حاکموں کو خریدتی ہیں یا ان پر دباؤ ڈالتی ہیں اور وہ اپنے دین ومذہب اور وہ اپنی قوم سے بے وفائی کر کے غیروں کے اشاروں پر خود ناچتے ہیں اور ملت کے نوجوانوں کو نچاتے ہیں اس وقت صورت حال عجیب ہو جاتی ہے جب اسلام میں نئی داخل ہونے والی خاتون کتاب وسنت کی ہدایت کے مطابق پردے کی پابندی کرتی ہے اور اسے خواتین کے حق میں دین حق کا انمول تحفہ سمجھتی ہے اور اس کے برعکس مسلمان گھرانے میں نشوونما پانے والی دوشیزہ کالجوں اور سکولوں سے تعلیم پا کر پردے کو بار گراں جانتی ہے اور اسے اپنے مردوں کی عقل پر ڈال کر خود بے نقاب وبے حجاب ہو کر غیروں سے گھل مل جاتی ہے۔ غرض جہاں اب تک اسلام نہیں پہنچا وہاں اسے پہنچانے کی ضرورت ہے (اور اصل میں یہی معنی ہے تبلیغ کا) اور اپنے ہاں جہاں اسلام کی حقیقت، عظمت واہمیت اور ضرورت وبرکت سے آنکھ بند کر لی گئی ہے، دوبارہ جدید اور موثر طریقے سے اسے روشناس کرایا جائے۔ بلکہ ہمیں شاید پہلے اپنے گھر کی خبر لینی اور بھی ضروری ہے۔ گھر سے مراد ہمارا اپنا ملک اور پھر سارا عالم اسلام۔

ایک سچے اور کامل مبلغ کے لیے چند چیزوں کی سخت ضرورت ہے۔ سب سے پہلے اس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت کا ہونا ضروری ہے۔ اصل میں یہی سچی محبت دین بلکہ اس کی اصل ہے۔ اسی محبت سے پیارے اللہ کا خوف اور پیارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی شرم سے نوازا جاتا ہے اور پھر وہ کسی بھی گناہ کے ارتکاب سے رک جاتا ہے۔ نیز اسی محبت سے اللہ کے بندوں اور حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے غلاموں سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور دل ان کی خیر خواہی واصلاح کے جذبے سے سرشار ہو جاتا ہے۔ اسی سے اخلاص پیدا ہوتا ہے یعنی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کی نیت مبلغ کو تبلیغ وتذکیر سے پہلے اپنی اصلاح بھی از حد ضروری ہے۔ خدانخواستہ اگر وہ خود ہی اسلام پر عمل پیرا نہ ہو تو کسی اور کو کس منہ سے کہے گا۔ اور اس کا کتنا اثر ہوگا۔ قرآن پاک نے واضح الفاظ میں فرمایا۔

يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَاللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ۝ (الصف۔۲،۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔ کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔ (کنز الایمان)

حدیث پاک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج کا ایک منظر یوں بیان فرمایا۔

"شب معراج میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے۔ میں نے کہا اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟ بولے، یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو ایسی باتیں کرتے ہیں۔ جن پر ان کا خود عمل نہیں"۔

(مشکوۃ شریف کتاب الآداب باب امر بالمعروف ص ۴۳۸۔ شعب الایمان۔ بیہقی)

پھر دور حاضر کے تقاضوں پر بھی اس کی نظر رہنی چاہیے بلکہ اس سے بھی پہلے اس کے پاس وافر مقدار میں علم بھی ہونا چاہیے۔ اسلامی تعلیمات اور کسی حد تک ان کی حکمتیں بھی سامنے رہیں گی تو شکوک و شبہات میں بہت سے لوگوں کی تشفی کر سکے گا۔ ہمارے ہاں عموماً اسلامی تعلیمات کا مطالعہ ہی ناقص ہوتا ہے۔ کیونکہ لوگوں کو پسند آنے والے خطبا اکثر آواز کے سہارے پر ہی اپنی دکان چمکاتے ہیں۔ ایسے واعظین بھی ہیں جنہیں نماز روزہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ بنیادی عقائد تک کا صحیح شعور نہیں۔ یہ بیچارے دین کی تبلیغ کیا کریں گے۔ ہونا تو یہ چاہیے کتاب وسنت پر بھی نظر ہو اور انسانی طبائع پر بھی، پھر کتاب وسنت کی روشنی میں انسانی طبائع کے پیش نظر تبلیغ کی جائے۔ مثلاً جو عظمت کردار سے متاثر ہوتا ہے۔ اس کے لیے یہی نمونہ پیش کیا جائے۔ جسے دلائل سے دلچسپی ہو اسے دلائل دیئے جائیں۔ ادبی شخصیت کو ادب سے اور سائنسی ذوق رکھنے والے کو سائنس کے ذریعے اسلام کی حقانیت منوائی جائے۔

الغرض جو شخص تقوی وطہارت سے آراستہ اور قدیم وجدید علوم سے بہرہ ور ہو کر تبلیغ کی راہ اختیار کرتا ہے۔ قدم قدم پر کامیابی اس کے قدم چومتی ہے اور وہ جلد ہی فکر و شعور میں انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ تبلیغ کرنے والے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا طرز بیان غمگسارانہ ہو۔ بات سچی ہو یا جھوٹی اس کا اثر اسی صورت میں ہوگا جب بات کرنے والا خیر خواہ بن کر بات کرے۔ اگر اس کی گفتگو سے دشمنی کی بو آتی ہو تو اس کی بات کا اثر خاک ہوگا۔ شیطان لعین سارے جھوٹوں کا سردار، حضرت سیدنا آدم اور سیدہ حوا علیہما السلام کو بہکانے آیا تو اس نے اللہ کی قسم کھا کر اپنی خیر خواہی کا یقین دلایا۔ قرآن پاک فرماتا ہے۔

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ۝ (الاعراف۔۲۱)

ترجمہ: اوران سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

ہمارے بعض علما تبلیغ کا شوق رکھنے کے باوجود اس ضروری تقاضے کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور بعض دفعہ جسے متاثر کرنا مقصود ہوتا ہے، وہ الٹا ضد پر اتر آتا ہے۔ اسی لیے حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز — یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

نیز مبلغ کے لیے صابر اور دلیر ہونا بھی از حد ضروری ہے۔ سچ پوچھیں تو مبلغ کے لیے جن اوصاف کی ضرورت ہے، وہ سب اولیائے کرام علیہم الرضوان کی تربیت کا حصہ ہیں۔ حقیقت میں ان کے ہاں خلافت واجازت کا اصل مستحق وہی ہوتا ہے جو کسی مرد کامل کی صحبت میں رہ کر اللہ اور اس کے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی محبت میں ڈوبا ہوا ہو۔ اسے محبوب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی امت سے محبت ہو۔ بالیقین اولیائے کاملین ہی سچے اور کامل مومن ہوتے ہیں تو حدیث پاک میں ارشاد ہے۔ (حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق)

اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ۔ ترجمہ: مومن کی باطنی فراست سے بچو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

(ترمذی حدیث ۳۱۲۷، تفسیر سورۃ الحجر، مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۲۶۸، رواہ الطبرانی واسنادہ حسن)

قدرت کاملہ اپنے کاملین کو نظر وسیع اور علم لدنی سے نوازتی ہے اور پھر کوئی حجاب ان کے سامنے نہیں رہتا۔ مردان حق کے کمالات وتصرفات سے شکوک وشبہات کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور فکر وخیال کے آسمان پر یقین وایمان کا سورج طلوع ہو جاتا ہے۔ وہ ساری مخلوق کے بالخصوص امت مسلمہ کے غمگسار ہوتے ہیں، لوگ سوئے ہوتے ہیں اور وہ اپنے محبوب مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق سب کی بخشش کے لیے روتے ہیں۔ خود بھوکا پیاسا رہنا گوارا کر لیتے ہیں مگر کسی کو بھوکا پیاسا نہیں دیکھ سکتے۔ ان کا لنگر دن رات چلتا ہے۔ اور دور و نزدیک سے آنے والے زائرین ان کے خوان نعمت پر گزارا کرتے ہیں۔ اللہ اللہ! یہی سیرت تھی میرے آقائے نعمت حضور قبلہ عالم سیدی ومرشدی حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی، آپ بچپن کے ابتدائی دور ہی میں یتیم الطرفین ہو گئے تھے۔ اس کی ایک وجہ بھی یہی نظر آتی ہے۔ کہ یتیمی کا تجربہ یتیموں کی کفالت کے لیے بہت مفید ہے شیخ سعدی فرماتے ہیں

مرا باشد از درد طفلاں خبر که در طفلی از سر برفتم پدر

ترجمہ: میں بچوں کے مصائب ومسائل سے خوب واقف ہوں کیونکہ میں بچپن ہی میں باپ کے سائے سے محروم ہو گیا تھا۔

اور دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ چونکہ قدرت آپ کو آپ کے جد امجد سید الاولیاء، سند الاصفیاء حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کی کفالت میں دینا چاہتی تھی اس لیے آپ کے سر سے والدین کا سایہ اٹھا لیا گیا۔ حق یہ ہے کہ جد امجد نے والد ماجد کی جگہ لے لی اور جدہ محترمہ نے والدہ ماجدہ کی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جد امجد اپنے دور کے کاملین ومقربین میں لاثانی تھے تو جدہ مکرمہ کاملات ومقربات میں۔ دونوں لاثانی شخصیتوں نے اپنے نبیرہ مقدس کی تربیت ایسے لاثانی انداز میں کی کہ بچپن میں یتیم ہونے والا یہ در یتیم گوہر شاہوار ہو کر چمکا اور اپنوں بیگانوں نے اسے نقش لاثانی تسلیم کیا۔ ہاں ہاں یہ تربیت واقعی لاثانی تھی تو گویا تربیت پانے والے نقش لاثانی ایمان وعرفان میں، ذکر وفکر میں، ذوق وشوق میں، علم وعمل میں، انسان دوستی میں، غمخواری وغمگساری میں، سادگی وپرکاری میں، گریہ جانگداز میں، رحمت بیکس نواز میں، زہد وتبتل میں، اخلاص وتوکل میں لاثانی بن گیا۔ اس کی جبین پر نور کا جواب تھا نہ چشم مخمور کا، اس کے جمال میں جاذبیت تھی تو جلال میں ہیبت۔ اس کے سکوت سے دل بولنے لگتے تھے تو کلام موتیوں کا ابر گوہر بار ہوتا تھا۔

حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے تقریباً بائیس سال کی عمر مبارک تک اپنے پیر ومرشد، اپنے محسن ومربی اپنے جد امجد حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ النورانی کی خدمت کی اور خوب کی۔ نہ دن دیکھا نہ رات، اس محنت شاقہ نے جد امجد قدس سرہ کو راضی کر لیا اور انہوں نے بھی اپنے تمام اسرار کا امین بلکہ جملہ خزانوں کا مالک بنا کر انہیں اپنی مسند پر بٹھایا۔ نتیجہ یہ نکلا جس طرح حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے ظاہری دور میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو سکھ عیسائی وغیرہ غیر مسلم بھی دربار شریف آتے تھے اور ظاہری اور باطنی نعمتوں سے اپنا دامن بھرتے تھے، یہی سلسلہ فیض عام اب حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے سپرد ہوا۔ غیر مسلموں میں وہ لوگ بھی تھے جو اس فیض عام سے متاثر ہو کر اپنا فکر ونظر ان پر قربان کر دیتے تھے اور سچے دل سے اسلام قبول کر لیتے تھے، ایسے بھی تھے جو بظاہر مسلمان نہیں ہوتے تھے یا اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہلواتے تھے، مگر پھر بھی نماز وروزہ کی پابندی کرتے تھے۔ ایسے بھی تھے جو اپنے اپنے علاقوں میں غریب مسلمانوں کے لیے کنوئیں مساجد تعمیر کر دیتے تھے۔ مثلاً نارووال کے نواح میں ایک گاؤں ہے نانک۔ وہاں مسجد ایک سکھ نے بنوائی تھی اور وہ کہتا تھا کہ حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے ارشاد پر مسجد تعمیر کی ہے، اور اسی طرح موضع چمن مان سنگھ میں بھی سکھ

زمینداروں کی طرف سے مسجد کی دوسری تعمیر کرائی گئی اور ایک کنواں غریب مسلمانوں کے لیے وقف کیا گیا تھا۔ عام اور ان پڑھ غیر مسلم ہی حضور شہنشاہ ثانی اور پھر حضور نقش لاثانی قدس سرہما کے تیر نظر کا شکار نہیں تھے، بلکہ متعدد پڑھے لکھے کفار بھی اس کے گھائل تھے۔ چنانچہ سکھوں کے خالصہ کالج امرتسر کا پرنسپل بھی اپنے ساتھیوں سمیت دربار شریف میں حاضری دیتا تھا اور یہاں آ کر نماز باجماعت میں شامل ہوتا تھا۔ حضور دربار شریف میں جلوہ فرما ہوتے یا باہر کسی تبلیغی دورے پر گئے ہوتے، مسلمانوں کے علاوہ غیر بھی دیدہ و دل فرش راہ کئے رہتے اور اپنے اپنے انداز میں اور اپنی اپنی اصطلاح میں خراج عقیدت پیش کرتے۔ اس قسم کے لوگ اپنے اوراد و وظائف اور عبادات میں ظاہر ہے توحید و رسالت اور اسلام کی حقانیت کا اقرار کر ہی لیتے تھے، اگرچہ جب تک سکھ ہندو وغیرہ کہلائیں، مسلمان نہیں کہے جا سکتے۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ اگر کسی دنیوی مصلحت کی بنا پر وہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان نہیں مگر مرنے سے پہلے کسی کو اپنے ایمان کا گواہ بنالیں اور یوں مسلمان ہو کر دنیا سے جائیں۔ ایسے شخص کو ساتر کہتے ہیں جو منافق کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ یعنی منافق باہر سے مسلمان اور اندر سے کافر جبکہ ساتر اندر سے مومن اور باہر سے کافر نظر آتا ہے۔ جس طرح قرآن حکیم میں فرعون کے دور کے ایک ساتر کا ذکر آیا ہے بلکہ اسی کی بنا پر سورۃ کا نام بھی 'مومن' رکھا گیا ہے۔

دور حاضر میں بھی ایسے ساترین کی مثالیں مل جاتی ہیں چنانچہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے استاد جناب میر حسن سے جو مرے کالج میں پڑھایا کرتے تھے (علیہما الرحمہ) ایک انگریز پرنسپل متاثر ہو گیا تھا۔ مرنے لگا تو اس نے حضرت میر کو بلایا اور بولا، گواہ رہنا میں مسلمان مر رہا ہوں۔ اس قسم کے لوگ جو اپنے ایمان کو چھپا کر اسلام کی خدمت کرتے ہیں، بھی کسی حد تک لائق تحسین ہیں۔ موجودہ زمانے کا مشہور امریکی سائنسدان ڈاکٹر کیتھ بھی شاید ایسے لوگوں میں سے ہے۔ اس نے ایک بار ایک مسلمان کو بتایا میری سائنسی تحقیق حرف بحرف قرآن پاک کے مطابق ہے۔ مسلمان بولا پھر آپ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے، تو کہنے لگا اس حال میں میں اسلام کی خدمت زیادہ کر سکتا ہوں، کیونکہ اگر میں نے اسلام کا کھلم کھلا اعلان کر دیا تو امریکہ اور یورپ کے متعصب عیسائی میری بات تک سننا گوارا نہیں کریں گے اور میرے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو مورس بکالی (MURICE BUCAILLE) سے کر رہے ہیں کہ اتنے بڑے سائنسدان کو محض مسلمان ہونے کی بنا پر فراموش کر دیا گیا ہے۔

اب ذرا خیال فرمائیے خالصہ کالج امرتسر کا پرنسپل اگر حضور شہنشاہ لاثانی اور پھر ان کے نور نظر قدس سرہما پر دل و جان سے قربان ہے تو کیا اس کا یہ انداز اسلام کی تقویت کا باعث نہیں بنے گا۔ اور اس ایک کے ساتھ کتنے ہی ایسے ہوں گے جو دین حق میں داخل ہو جائیں گے یا اس کے قریب آ جائیں گے۔ حق یہ ہے کہ ان دونوں شہسواران طریقت نے آستان عالی میں مقیم رہ کر بھی تبلیغ کی اور تبلیغی دورے کر کے بھی۔ سرہند شریف، اجمیر شریف اور کلیر شریف جیسے مقدس مقامات میں جاتے ہی رہتے تھے اور جہاں بھی جاتے خود کو چھپانے کی کوششوں کے باوجود رونق محفل ہوتے۔

اس کے علاوہ اسلام کی حقانیت اور محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی عظمت بیان کرنے کے لیے بڑے بڑے علماء ساتھ ہوتے تھے۔ حضرت مولانا محمد مسعود الہزاروی، حضرت مولانا عبدالغنی الہزروی، شیر پنجاب حضرت مولانا محمد یوسف سیالکوٹی جیسے جید علماء جو بیک وقت صاحب تاثیر واعظ، ژرف نگاہ محقق اور بلند پایہ مناظر ہوتے تھے، ساتھ رہتے تھے۔ ان کے سامنے مرزائی ٹھہرتا تھا نہ عیسائی، ہندو کو مقابلے کی جرات ہوتی تھی نہ سکھ کو۔ برصغیر میں جہاں انگریزوں کے زیر سایہ ہر طرف مجادلانہ و مناظرانہ فضا تھی، اس قسم کے تبلیغی دوروں سے اگر کوئی غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام نہ بھی ہوتا، اہل اسلام کا اپنا ایمان مضبوط ہو جاتا اور ایک گونہ اطمینان میسر آ جاتا۔

کالجوں، سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے نوجوان بھی جدید تعلیم و تہذیب کے نتیجے میں شکوک و شبہات کا شکار ہو جاتے تھے۔ قیام

پاکستان کے بعد غیر مسلموں کے مناظرہ ومقابلہ کا دور تقریباً جاتا رہا۔ ہاں صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور اولیائے مقربین کے منکر یہاں بھی ہیں، بلکہ سب سے زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ اور تو اور، جس نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ اس کے کمالات پر جھگڑنے والے یہاں اب بھی موجود ہیں ظاہر ہے یہ بھی اسلام کے خلاف ایک قسم کی خطرناک سازش ہے۔ نیز کالجوں، سکولوں کے نظام تعلیم میں بھی کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی تو اب بھی سائنس اور فلسفہ جیسے مضامین پڑھنے والے بعض نوجوان شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان سب کا مداوا حضور قبلہ عالم سرکار نقش لاثانی قدس سرہ نے نظر، توجہ، تصرف سے بھی کیا اور علماء کو ساتھ لے کر تبلیغی دورے کر کے بھی نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ آپ بعض دفعہ دور دور تک جاتے اور دیر تک رہتے۔ آپ اپنے جد امجد اور مرشد برحق حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کی طرح تبلیغ کے لیے شہروں پر دیہات کو ترجیح دیتے۔ اور فرماتے شہروں میں علماء ہوتے ہیں اور وہ تبلیغ بھی کرتے ہیں۔ دیہات میں یہ سہولت نہیں ہے۔ لہٰذا زیادہ تر عقائد اور فقہی مسائل کا بیان کیا جاتا۔ چنانچہ جن دیہات میں تشریف لے جاتے رہے، ان میں آج بھی اثرات پائے جاتے ہیں۔

کہہ دیتی ہے شوخی نقش پا کی — ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے

میری طرف ہی دیکھیں، سکولوں اور کالجوں میں ہی عمر گزار دی۔ جس تعلیمی ادارے میں جانے کا اتفاق ہوا ذہانت کا لوہا مانا گیا۔ مڈل سے میٹرک تک، میٹرک سے ایف اے تک اور ایف اے سے بی اے تک وظیفہ خوار رہا۔ ۱۹۵۸ء میں ایف اے کیا تو لاہور بورڈ میں جو ون یونٹ کی بنا پر شاید کراچی کے علاوہ باقی سب صوبوں تک پھیلا ہوا تھا حتی کہ کوئٹہ اور پشاور اسی کے دائرہ کار میں تھے۔ ایک نمبر سے دوسری پوزیشن حاصل کی۔ سکولوں اور کالجوں میں ہر جگہ مسلمان اساتذہ بھی تھے اور ملحد ومشرک لوگ بھی۔ ان میں کتنے ہی لوگوں نے اپنی طرف کھینچنا چاہا، ان کے علاوہ سخت قسم کے دیوبندی غیر مقلد اور رافضی بھی تھے۔ خدا کے اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شکر ہے، پیر ومرشد کی نظر کرم شامل حال رہی اور بہکانے کی کوششیں کرنے والے ہر قسم کے لوگ یہ کہہ کر ناکام ومایوس ہو گئے کہ اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا نہیں بلکہ کئی دوسرے طلبہ کا ایمان بھی محفوظ رہ گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے شیخ کریم قدس سرہ کسی غلام کو کسی ماحول میں متعین کر دیتے اور پھر توجہات وبرکات کا ایسا مینہ برسا دیتے جس سے فکر ونظر کی کئی زمینیں سیراب ہو جاتیں۔ انہیں برکات کا مثلاً ایک حصہ یہ تھا جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ کے ہاسٹل میں رہنے والا جھگڑالو قسم کا مرزائی طالبعلم چند دنوں میں مرزائے قادیانی کے تعفنی جنگل سے نکل کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا تھا۔

سوچئے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے غلاموں میں سب سے ادنی کا یہ حال ہے تو باقی مرید جو اس سے کئی گنا بہتر وبرتر ہیں، ان کی تبلیغ کا کیا حال ہوگا۔ برادر طریقت جناب ڈاکٹر محمد ادریس اللہ بخش مرحوم بھی اسی جذبے سے سرشار تھے۔ انہیں جناح اسلامیہ کالج میں پھر انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں بطور متعلم کئی سال گزارنے پڑے اور اس عرصے میں ان کی تبلیغ کا دائرہ مسلسل پھیلتا گیا۔ پھر انہیں اسی یونیورسٹی میں معلم کے فرائض سرانجام دینے پڑے، یہاں سے وہ بغداد یونیورسٹی میں پہنچ گئے۔ کئی سال وہیں عشق ومستی کے جام پلاتے رہے۔ واپس آئے تو کچھ عرصہ بعد نائیجیریا سے دعوت آ گئی اور وہ اپنے پیر ومرشد حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی اجازت سے نائیجیریا میں پہنچ گئے۔ اور آخری لمحے تک وہیں فرائض مذہبی ومنصبی سرانجام دیتے رہے۔ ایک دو سال پہلے پاکستان آئے اور پھر واپس جاتے ہوئے جہاز ڈوب گیا اور وہ شہید ہو گئے۔

حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے ایک غلام ہیں جناب قاری فیاض احمد کاوش مدظلہ۔ یہ لاہور میں مقیم ہیں، وہاں انہوں نے اپنے پیر ومرشد علیہ الرحمۃ والرضوان کی برکت سے ادارہ معارف نعمانیہ جیسا اشاعتی ادارہ قائم کیا ہے جو اب تک لاکھوں کتابیں اور پمفلٹ ملک اور بیرون ملک میں مفت تقسیم کر چکا ہے۔ اور کر رہا ہے۔ ابتداء میں یہ چند مقدس نقشے ترتیب دے کر پیر ومرشد قدس سرہ کی خدمت میں نذر کرتے ہیں۔ خوش ہو گئے تو مرید

صادق کو اشاعت کے کام لگا دیا۔

اسی طرح عزیز مکرم جناب شجاعت علی مجاہد جو تحریک شیران اسلام کے مرکزی امیر ہیں، بحمدہ تعالیٰ، آغاز شباب میں تحفظ ختم نبوت یوتھ فورس کے امیر تھے اور مرزائیوں کی ریشہ دوانیوں سے ملت اسلامیہ کو محفوظ رکھنے کے لیے کوشاں رہے۔ انہیں حضرت نقش لاثانی قدس سرہ کی دعا نے بڑا فیض پہنچایا اور پھر انہوں نے مناظرے شروع کر دیئے۔ اب تک وہ بڑے بڑے قادیانی، مربیوں اور مناظروں کو شکست دے کر بہت سوں کو اسلام کے چشمہ شیریں تک پہنچا چکے ہیں، یونہی بعض نامور عیسائی خانوادوں کے افراد بھی ان کے سبب دولت ایمان سے لذت آشنا ہوئے ہیں۔ یونہی بہت سے رافضی اور خارجی لوگ بھی ان کے دلائل کے سامنے بے بس ہو کر بدعقیدگی سے تائب ہو کر حقیقی اسلام سے مشرف ہو چکے ہیں۔

موجودہ زمانے کی تیرہ وتار سازشیں جو اسلام کے خلاف کی جاتی ہیں اس نوجوان کی نظر سے اوجھل نہیں چنانچہ ان کے خطاب سے بڑے بڑے علماء فضلاء حیران رہ جاتے ہیں اور ان کی معلومات پر رشک کرتے ہیں اور ان سے پوچھئے تو یہ سارا کمال ہے شہنشاہ لاثانی کے لاثانی نور نظر کی نگاہ بندہ نواز کا، جسے خداوند کریم اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہمارے شامل حال رکھے۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ اجازت وخلافت سے اکثر علماء اور علم دوست حضرات کو نوازتے تھے تاکہ اسلام کی اشاعت وتبلیغ جو پیری ومریدی کا اصل مقصود ہے۔ بہتر طریقے سے ہو۔ عرس مقدس کے موقع پر بھی سوائے تبلیغ اسلام کے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ مفتی مظہر اللہ صاحب سیالوی مدظلہ العالی نے اس بات کا اعتراف فرمایا تھا کہ اسلام کی جتنی تبلیغ عرس لاثانی پر ہوتی ہے، کسی عرس پر نہیں ہوتی، بعض مقامات مقدسہ پر تو عرس قوالی کی نذر ہو کر رہ جاتا ہے۔

حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی اشاعت اسلام کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپ مدارس دینی کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ آپ بہت خوش ہو کر ان کا افتتاح کرتے اور پھر سرپرستی وحوصلہ افزائی فرماتے رہتے۔ چنانچہ پنجاب کے شہروں، قصبات اور دیہات میں بیسیوں ایسے مدرسے جاری ہیں جو آپ کی یادوں کا نور اپنے سینے میں لئے ہوئے ہیں۔ دربار اقدس میں بھی آپ نے ایک مدرسہ جامعہ انوار لاثانی کے نام سے شروع کیا۔ آپ اس میں بڑی دلچسپی لیتے تھے اور استاد اور طلباء کے مسائل کی طرف بڑی توجہ دیتے تھے۔ بعض دفعہ خود ان سے سورتیں سنتے اور انہیں انعامات سے نوازتے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے بزم لاثانی پاکستان جیسی غیر سیاسی دینی جماعت بھی اسلام کی اشاعت کے نقطہ نظر سے ہی قائم کی تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ کم از کم برادران طریقت کو منظم کیا جائے، اور یوں جماعتی طور پر بھی ان کی تربیت کی جائے۔ یوں تو یہ سب اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھل جائیں، مگر جو زیادہ باصلاحیت افراد ہوں۔ انہیں باقاعدہ اشاعت اسلام پر لگا دیا جائے۔ اسی بزم کی ترجمانی کے لیے ماہنامہ انوار لاثانی کا اجراء کیا گیا۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ چونکہ دیہات میں عموماً علمائے کرام نہیں جاتے، لہٰذا عوام کی دینی رہنمائی اس کے ذریعے ہوتی رہے گی۔ افسوس! ایک سال بھی پورا نہیں ہوا تھا کہ بزم لاثانی، جامعہ انوار لاثانی اور ماہنامہ انوار لاثانی کے بانی اور سرپرست اعلیٰ حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی بزم ہستی سے غائب ہو گئے۔ یعنی ؎ روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

بعد میں آپ کے فرزند اکبر، آپ کی صورت وسیرت کے مظہر، آپ کی تجلیات کے پیکر، آپ کی نوازشات کے سمندر حضور پیر سید عابد حسین شاہ صاحب قدس سرہ، سجادہ نشین ہوئے۔ آپ علم ظاہر اور علم باطن کا عجیب سنگم تھے۔ اشاعت اسلام کے بارے میں آپ کے وہی نظریات تھے جو آپ کے والد گرامی حضور نقش لاثانی اور ان کے جد امجد حضور شہنشاہ لاثانی علیہما الرضوان کے تھے۔ مگر زمانے کے تغیر سے اشاعتی منصوبوں کی وہ آب وتاب باقی نہ رہی۔

قادیانیت شکن

حضرت علامہ سعید آسوی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کسے معلوم نہیں کہ قادیانیت کے پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی نے اسلام کا حلیہ بگاڑنے اور اہلِ اسلام کو پریشان کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ امام مہدی ہونے کے دعوے سے لے کر (بالخصوص) دعویٔ نبوت اور پھر دعویٔ اُلوہیت تک اس کی زبان بلکہ زبون (بری چیز) سے 'ڈسچارج' ہوا۔ مرزا اور اس کے پیروکاروں نے شعائرِ اسلامی ہی کا مذاق نہیں اڑایا بلکہ نت نئی خرافات تخلیق کیں اور انہیں اسلامی معاشرے میں داخل کرنے کی سرتوڑ کوشش کی۔ یوں انہوں نے ارتداد و الحاد اور ضلالت و گمراہی پر مبنی ایک نئے مذہب کی نہ صرف بنیاد رکھی بلکہ اس کی ترویج و اشاعت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ علماء اسلام نے ہر محاذ پر ان کو جواب دیا۔ کہیں دلائلِ قرآنیہ واحادیث سے عقیدۂ ختمِ نبوت کا تحفظ کیا تو کہیں اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف ان کے ناپاک عزائم کو طشت از بام کیا۔ چنانچہ عموماً یہ دبے ہی رہے تاہم امریکہ، برطانیہ، جرمنی اور اسرائیل وغیرہم شیطانی طاقتوں کی اشیر باد سے قادیانیت کسی نہ کسی حد تک پھلنے پھولنے میں کامیاب ہو چکی ہے جو کہ ایک بہت بڑا المیہ ہے۔

یہاں ہم چند عام فہم دلائل رقم کرنا چاہتے ہیں جن کو سمجھ کر کوئی بھی شخص اس فتنے کی حقیقت سے آگاہ ہو کر بروقتِ ضرورت مرزائیوں کو لاجواب کر سکتا ہے۔ نیز خود مرزائیوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے جو مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں اور سادہ لوح مسلمانوں کو بھی ورغلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

(1)...... نبی حسین و جمیل ہوتا ہے: تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام معصوم ہیں۔ نیز نقائص اور عیبوں سے پاک ہیں۔ چنانچہ یہ نبی حسن و جمال میں بھی اپنے اپنے دور کے لوگوں پر فائق ہوتے تھے۔ اللہ کریم نے کسی قسم کا جسمانی عیب ان میں نہیں رکھا تا کہ کسی کو اعتراض کا موقع نہ مل سکے۔ اور اگر نبی میں کوئی قابلِ اعتراض بات ہو تو نبی کیسا؟ معلوم ہوا کہ ہر نبی حسین و جمیل تھا۔ جبکہ ہمارے نبی، رسولِ اکرم و محتشم جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم تو حُسنِ کُل ہیں۔ اس حسنِ بے مثال کا یہ عالم تھا کہ زبان کو عالم حیرت میں یہ کہنا پڑا

لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ...... (ترمذی، مشکوٰۃ ۵۱۷) ترجمہ: ایسا حسین و جمیل تو نہ ان سے قبل دیکھا گیا اور نہ ان کے بعد۔

حُسن ہے بے مثل صورت لاجواب
میں فدا تم آپ ہو اپنا جواب

الفاظِ قرآنی وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی کی تفسیر میں بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اَلضُّحٰی اشارہ ہے نورِ جمالِ مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی طرف اور وَاللَّیْل کنایہ ہے حضور پرنور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے گیسوئے عنبرین سے۔ (خزائن العرفان)

اے کہ شرح والضحیٰ آمد جمال روئے تو
نکتۂ واللیل وصفِ زلفِ عنبر بوئے تو

حضرت ابونعیم فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام تمام انبیاء و مرسلین بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ حسن و جمال دیئے گئے تھے۔ مگر ہمارے نبی اور اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو وہ حسن و جمال عطا ہوا جو کسی اور مخلوق کو عطا نہیں ہوا۔

وَلَمْ یُؤْتَ یُوْسُفُ اِلَّا شَطْرَ الْحُسْنِ وَاُوْتِیَ نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جَمِیْعَهٗ

(خصائص کبریٰ۔ جلد۲۔ ص۱۸۲)

ترجمہ: یوسف علیہ السلام کو حسن و جمال کا ایک جز ملا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حسنِ کل دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وجودِ مبارک میں وحی الٰہی، معجزات اور دیگر دلائلِ نبوت کا اثر و ظہور نہ بھی ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا چہرہ مبارک ہی آپ کی دلیلِ نبوت کو کافی تھا۔ (زرقانی علی المواہب ج ۴ ص ۷۰)

ک گیسو، ہ دہن، ی ابرو، آنکھیں ع ص   کھیٰعص ان کا ہے چہرہ نور کا

حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں اور میری والدہ اور میری خالہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بیعت کر کے واپس آئے تو میری والدہ اور میری خالہ نے کہا:

ما رأینا مثل ھذا الرجل احسن وجھاً ولا انقی ثوباً ولا الین کلاماً ورأینا کالنور یخرج من فیہ۔

(زرقانی علی المواہب ۴/۴۵)

ترجمہ: ہم نے اس شخص کی مثل خوبصورت چہرے والا، پاکیزہ لباس والا، نرم اور میٹھے کلام والا کوئی نہیں دیکھا اور ہم نے دیکھا کہ گفتگو کے وقت اس کے منہ سے نور نکلتا ہے"۔ نہایہ ابن اثیر میں ہے:

انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان اذا سر فکان وجھہ المرأۃ التی تری فیھا صور الاشیاء وکان الجدر تلاحک وجھہ ای یری الجدر فی وجھہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔ (زرقانی علی المواہب۔ جلد۴۔ ص۸۰)

ترجمہ: جب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسرور و خوش ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا چہرہ مثل آئینے کے ہو جاتا کہ اس میں اشیاء کا عکس نظر آتا اور دیواریں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چہرہ مبارک میں نظر آجاتیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ما رأیت شیئاً احسن من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کان الشمس تجری فی وجھہ۔

ترجمہ: میں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا، یوں معلوم ہوتا کہ آفتاب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چہرۂ اقدس میں چل رہا ہے۔ (ترمذی۔ مشکوٰۃ ص۵۱۸)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چاندنی رات تھی اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم حلۂ حمراء اوڑھے لیٹے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چہرۂ پُر نور کو

فاذا ھو احسن عندی من القمر۔ (ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ)

ترجمہ: بالآخر میرا فیصلہ یہی تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔

یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا   بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا   (اعلیحضرت)

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

متی یبد فی اللیل البھیم جبینہ   یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

(زرقانی علی المواہب۔ جلد۴ ص۹۱)

ترجمہ: جب اندھیری رات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی پیشانی ظاہر ہوتی تو تاریکی کے روشن چراغ کی مانند چمکتی۔

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا   اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

المختصر!

خامۂ قدرت کا حسنِ دستکاری واہ وا   کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ وا

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ حسن و جمال عطا فرمایا جس کی تعریف وتوصیف سے زبان عاجز ہے اور جملہ انبیاءِ کرام بھی اپنے اپنے ادوار میں حسن و دلکشی کا مرقع ہوتے تھے۔ یعنی نبی وہ ہوتا ہے جس کا چہرہ بھی اس کی صداقت کی دلیل ہوتا ہے۔

اب ذرا مرزا قادیانی کی تصویر دیکھئے (رد قادیانیت کی کتب میں عام مل جائے گی)۔ قادیان کی اس چگادڑ کی ایک آنکھ بڑی، دوسری نہایت چھوٹی (کانا)۔ بڑی آنکھ کی بھی سفیدی اور سیاہی کا امتیاز مشکل ہے۔ ہاتھی کی طرح لٹکتے ہوئے لمبے لمبے بدوضع کان۔ ببوتر اسا سر۔ جس کے عیب چھپانے کے لیے سر پر سکھوں والا ''پگڑ'' باندھتا۔ بے ڈھب ماتھا..... کسی پوٹھوہاری علاقے کا منظر پیش کرتا.....ابرو کے بال یوں ٹوٹے ہوئے جیسے ''بال جھڑ'' کا مریض ہو۔ ..کچھوے کی طرح اندر دبکی ہوئی گردن ... خمیری روٹی کی طرح پھولے ہوئے بڑے بڑے دانت .....پھولے ہوئے نتھنے جیسے کم آکسیجن والی ہوا میں سانس لے رہا ہو ... پچکے گال جیسے چہرے پر کوئی ہ کسر مشق کرتا رہا ہو ... بے ڈھنگی آوارہ داڑھی جیسے لہلہاتے سرکنڈے ... چہرے پہ رعب نہ دبدبہ، وجاہت نہ تمکنت۔

بتائیے! کیا یہ شکل کسی نبی کی ہو سکتی ہے؟ (معاذ اللہ)۔ ہرگز نہیں .. خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ مرزا دنیا کا سب سے کریہہ الصورت شخص تھا۔ اس کی تصویر ہی اس کے جھوٹے اور دجال ہونے کا فیصلہ کر دیتی ہے۔

(2).....نبی عقل میں سب سے بڑھ کر ہوتا ہے: کسی بھی باشعور سے یہ بات مخفی نہیں کہ تمام انسانی کمالات کا دارومدار عقل پر ہے۔ جو عقل کے اعتبار سے جس قدر کامل ہوگا، اتنا ہی وہ با کمال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کو عقل میں کامل بنایا اور سب سے آخری اور افضل رسول جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو ذہانت وفطانت اور عقل وشعور میں سب سے بڑھ کر باکمال کیا۔

حضرت وہب بن مُنبِّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۱۴-۳۴ھ) کا قول سنئے۔ سید وہب بن منبہ اہلِ یمن کے چوٹی کے عالم تھے۔ قرآن پاک کے علاوہ توریت، انجیل، زبور کے بھی عالم تھے۔ بہت بڑے محدث تھے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زیادہ تر عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوسعید خدری، سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنھم (ودیگر صحابہ کرام) سے احادیث بیان کیا کرتے تھے۔ امام عجلی ودیگر نے انہیں ثقہ تابعی قرار دیا۔ متقی اتنے تھے کہ بیس سال تک نمازِ فجر، نمازِ عشاء کے وضو سے ادا کی۔ آپ فرماتے ہیں:

قرأتُ فی احدٍ و سبعین کتاباً فوجدتُ فی جمیعھا ان اللہ تعالی لم یُعطِ جمیع النّاس من بدء الدُّنیا الی انقضائھا من العقلِ فی جنبِ عقلِہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم الّا کحبۃ رملٍ من بین رمل الدُّنیا (شفاء: ۳۲)

ترجمہ: میں نے اکہتر کتابوں کو پڑھا تو سب میں مجھے یہی مضمون ملا کہ شروع دنیا سے قیامت تک اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو جو عقلیں عطا فرمائی ہیں اگر ان سب لوگوں کی عقلوں کے مجموعے کا حضورِ انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عقل مبارک سے موازنہ کیا جائے تو تمام انسانوں کی عقلوں کے مجموعہ کو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عقل شریف سے وہی نسبت ہوگی جو ریت کے ایک ذرے کو تمام دنیا کے ریگستانوں کے مقابلے میں ہے۔

غور کیجئے! کہ دنیا کی ابتداء سے قیامت تک کیسے کیسے با کمال عقل والے پیدا ہوئے یا ہوں گے، مگر ان تمام عقلاء کی عقلیں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مقابلے میں ایسی ہیں جیسے ریگستانِ دنیا کے مقابلے میں فقط ایک ذرہ۔

اب آئیے! مرزا قادیانی کی عقل کا اندازہ لگائیے اور قادیانیوں کو تو ماتم کرنا چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ عقل اس کے پاس سے بھی نہیں گزری تھی۔ وہ ایسی ایسی حرکتیں کرتا تھا کہ اس کے ناقص العقل ہونے کا بین ثبوت تھیں۔ ذرا عام معمولات روزمرہ میں اس کی عقلی پسماندگی کا اندازہ لگائیے۔ مرزا کے اپنے 'ذاتی' بیٹے کی اپنی 'ذاتی' باپ کے بارے میں تحریر کردہ کتاب 'سیرۃ المھدی' حصہ دوم کی ایک عبارت ملاحظہ کیجئے۔

''ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اپنی جسمانی عادات میں ایسے سادہ تھے کہ بعض دفعہ جب حضور جراب پہنتے تو بے توجہی کے عالم میں اس کی ایڑی پاؤں کے تلے کی طرف نہیں، بلکہ اوپر کو ہو جاتی تھی اور بارہا ایک کاج کا بٹن دوسرے کاج میں لگا ہوتا تھا اور بعض اوقات کوئی دوست حضور کے لیے گرگابی (جوتا) ہدیۃً لاتا تو آپ بسا اوقات دایاں پاؤں بائیں پاؤں میں ڈال لیتے اور بایاں دائیں میں۔ چنانچہ اس تکلیف کی وجہ سے آپ دیسی جوتا پہنتے تھے۔ اسی طرح کھانا کھانے کا یہ حال تھا کہ خود فرماتے تھے کہ ہمیں تو اس وقت پتا چلتا ہے کہ کیا کھا رہے ہیں کہ جب کھانا کھانے میں کوئی کنکر وغیرہ کا ریزہ دانت کے نیچے آتا ہے''۔

'براہین احمدیہ' (قادیانی کتاب) کی بھی ایک عبارت ملاحظہ کیجئے:

''آپ کو (یعنی مرزے کو) شیرینی سے بہت پیار ہے اور مرض بول بھی آپ کو عرصے سے لگی ہوئی ہے۔ اس وقت آپ مٹی کے ڈھیلے بعض اوقات جیب میں ہی رکھتے تھے اور اسی جیب میں گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے (یعنی مرزا بھول جاتا تھا کہ گڑ کے ڈھیوں کے لیے کون سی جیب ہے اور استعمال الٹ ہو جاتا تھا)

فرمائیے! آپ کے گھر ایک ایسا شخص آجائے، جس نے جرابیں الٹی پہن رکھی ہوں، قمیض کے بٹن یوں بند ہوں کہ ایک کاج کا بٹن دوسرے کاج میں لگا ہو، دایاں جوتا بائیں پاؤں اور بہیں جوتا دائیں پاؤں میں ہو، اپنی جیب سے گڑ کی بجائے مٹی کے ڈھیلے نکال نکال کر کھا رہا ہو، اور جب کھانا کھانے بیٹھے تو اسے کچھ سمجھ نہ آئے کہ وہ کیا کھا رہا ہے اور اسے کیسے کھانا ہے تو بتائیے، ایسے شخص کے بارے میں آپ کے احساسات کیا ہوں گے؟ اور پھر ایسا آدمی ساتھ میں ہذیان بکے کہ میں نبی ہوں تو آپ اسے نبی مان لیں گے؟ نہیں نہیں، ایسا بدحواس یا حواس باختہ شخص ہرگز نبی نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کے انسان ہونے میں بھی شک کیا جانا چاہئے۔ یہ معمولی جھلکیاں ہیں، باقی معمولات اور معاملات میں اس کی عقلی قحط سالی کی صورتحال اس سے بھی ابتر ہے، ہمیں تو محض اشارہ کرنا تھا۔

(3)۔ نبی اخلاقِ حسنہ کا مالک ہوتا ہے: تمام انبیاء علیہم السلام، حضرت آدم علیہ اسلام تا جناب محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم بلند ترین اخلاق کے مالک تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک تھپڑ کھانے کے بعد از خود دوسرا گال آگے کرنے کی پالیسی پر تاحیات عمل پیرا رہے۔ غرض انبیاء علیہم اسلام نے لنگر جاری کرکے، بیماروں کو شفایاب کرکے، خوش گفتاری کے ذریعے، مظلوم طبقے کی دادرسی کرکے اور اس طرح کی ان گنت بلند مثالیں قائم کرکے لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنے اور احکامات خداوندی کو خلق خدا تک پہنچانے کا اہتمام کیا۔ پھر جب رسول رحمت، سراپا شفقت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جلوہ گری ہوئی تو بزرگ ترین اخلاق اور بہترین اعمال کی تکمیل ہوگئی۔ جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ وَمَحَاسِنَ الْاَعْمَالِ۔

ترجمہ: میں بزرگ ترین اخلاق اور نیک ترین اعمال کی تکمیل کے لیے نبی بنایا گیا ہوں۔

المختصر! انبیاء کرام علیہم السلام نے اور پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے اخلاق عالیہ کے ذریعے اپنوں ہی کے نہیں غیروں کے بھی دل موہ لیے اور یوں کثیر خلق خدا کو حق آشنا کیا۔ لیکن ایک غلام ملک میں غیروں کے مفادات کے تحفظ کے لیے نبوت کا ڈھونگ رچانے والے مرزا قادیانی نے مسلمانوں کے خلاف جو زبان استعمال کی وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا کا مقام نبوت تو دور کی بات، مقام انسانیت سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ ملاحظہ فرمائیے اس کے اقوال:

"(جو) ہماری فتح کا قائل نہیں ہو گا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں"۔ (انوار اسلام ص ۳۰ روحانی خزائن جلد ۹ ص ۳۱ از مرزا قادیانی)

" دشمن ہمارے بیانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں"۔

(نجم الھدیٰ ص ۵۳۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ ص ۵۳)

"میری کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے مگر رنڈیوں(بدکار عورتوں) کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی"

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ ص ۵۴۸،۵۴۷)

انبیاء واولیاء کے حوالے سے اس کی زبان اس سے بھی زیادہ دلآزار ہے۔ یہاں صرف خود کو تسلیم نہ کرنے والوں کے حوالے سے اس کی بد زبانی کا ذکر کیا گیا ہے، باقی بلند اخلاق کے ساتھ بھی اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔

(4)۔ نبی کی زبان سے نکلی بات کبھی غلط نہیں ہو سکتی: نبی خلقِ خدا میں سے وہ معزز و مکرم ہستی ہوتی ہے، جو اپنے رب کے ہاں سب سے بڑھ کر قدر و منزلت رکھتی ہے۔ چنانچہ رب تعالیٰ اس کی زبان سے ادا ہونے والے لفظوں کی بھی لاج رکھتا ہے اور اسے کہیں رسوا نہیں ہونے دیتا۔ قرآن پاک اور احادیثِ مقدسہ میں لاتعداد شواہد موجود ہیں کہ اس مقدس گروہ انبیاء نے جو بات بھی منہ سے نکالی اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائی۔ مثلاً نبی (عیسیٰ علیہ السلام) نے اگر مٹی کے پرندے سے فرمایا کہ اصلی پرندہ بن جا تو فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللّٰهِ۔ (آل عمران) اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ پرندہ بن گیا اور حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حکم بن عاص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں آ جاتا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام فرماتے تو وہ بد بخت منہ مار مار کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاذ اللہ نقلیں اتارتا۔

فقال النبیُّ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کُنْ کذلک فلم یزل یختلج حتّٰی مات۔

(طبرانی، مستدرک، بیہقی، خصائص کبریٰ جلد ۳ ص ۷۹)

ترجمہ: (ایک دن) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو فرما دیا: ' ایسا ہی ہو جا'۔ پس وہ ایسا ہی ہو گیا اور مرتے دم تک منہ مارتا رہا۔

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں — اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

مسلم شریف جلد دوم کتاب الجہاد باب غزوۂ بدر ص ۱۰۴ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر سے قبل ہی فرما دیا تھا کہ

ھذا مصرعُ فلانٍ قال ویضعُ یدہٗ علی الْاَرْضِ ھٰھنا و ھٰھنا قال فما ماطَ احدُ ھُمْ عنْ مُوْضعِ ید رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: یہ فلاں (کافر) شخص کے گرنے کی جگہ ہے اور اپنے دستِ مبارک کو اِدھر اُدھر زمین پر رکھتے تھے۔ راوی نے فرمایا کہ کوئی بھی مقتولین میں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک کی جگہ سے ذرا بھی نہ ہٹا۔

ملاحظہ فرمائیے! ایک روز قبل ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگِ بدر میں مرنے والے کافروں اور مرنے کی جگہ کی نشاندہی فرما رہے

ہیں اور جیسا فرمایا، ویسا ہی ہوا۔ (سبحان اللہ)

جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے ان پاک بندوں کی ہر بات کو پورا فرماتا ہے، اس کے برعکس وہ اپنے دشمنوں کو ذلیل کرنے کے لیے انہیں قدم قدم پر جھوٹا ثابت کرتا ہے۔ مرزا قادیانی کا بھی یہی حال کیا۔ وہ جو بھی پیشگوئی کرتا، اللہ تعالیٰ اس کی پیشگوئی کو پورا نہ ہونے دیتا۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا کے کذاب و دجال ہونے کا اہم ثبوت اس کی یہی جھوٹی پیشگوئیاں ہیں۔ چند ملاحظہ کیجئے:

☆ ..... مرزا قادیانی کی بیوی حاملہ تھی، اس نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار شائع کیا (جو تبلیغ رسالت جلد اول ص ۵۸ میں درج ہے) کہ عنقریب ایک لڑکا پیدا ہوگا جو نہایت اعلیٰ صلاحیتوں والا ہوگا مگر لڑکی پیدا ہوئی۔

☆ ..... ایک رشتہ دار نوجوان خاتون محمدی بیگم نامی کی محبت میں مرزا کا دل بیقرار رہتا تھا۔ اس نے اشتہار شائع کر دیا کہ اس کا نکاح میرے ساتھ ہوگا بلکہ آسمانوں پر ہو چکا ہے اور راستے میں رکاوٹ ڈالنے والوں پر عذاب آئے گا۔ مگر نہ محمدی بیگم کا نکاح اس کے ساتھ ہوا اور نہ کسی رکاوٹ ڈالنے والے کو کچھ ہوا۔ خود محمدی بیگم اور اس کا شوہر مرزا کے مرنے کے بعد کئی سال زندہ رہے۔

☆ ..... جنوری ۱۹۰۳ء میں مرزا نے اپنی کتاب مواہب الرحمن ص ۱۳۹ پر اپنے ہاں پانچویں لڑکے کی پیدائش کی پیشگوئی کی (اس کی پیشگوئیاں عموماً ایسی ہی ہوتی تھیں)، تاہم ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء کو لڑکی پیدا ہوئی اور چند ماہ کی عمر پا کر فوت ہوگئی۔

☆ ..... مئی ۱۹۰۴ء میں بھی لڑکے کی پیش گوئی کی اور حسب عادت اپنی تحریروں میں بھی اعلان کر دیا (البشریٰ جلد ۲ ص ۹۹) مگر ۲۴ جون ۱۹۰۶ء کو پھر لڑکی (امۃ الحفیظ) پیدا ہوئی۔

☆ ..... مرزا کا دستِ راست مولوی عبدالکریم بیمار تھا۔ اس کی صحت کے متعلق زور و شور سے پیشگوئیاں کی گئیں۔ مگر ایک بھی پوری نہ ہوئی اور وہ مر گیا۔

☆ ..... مرزا نے اپنے لڑکے مبارک احمد نامی کے بارے میں پیشگوئی کی تھی کہ وہ لمبی عمر پانے والا لڑکا ہے۔ مگر وہ بھی ۹ سال کی عمر میں مر گیا۔ اپنے اس لڑکے کو اس نے مصلح موعود بھی کہا تھا اور ایک پیش گوئی میں بکا تھا "کان اللہ نزل من السماء"۔ یعنی گویا کہ اللہ ہی آسمان سے اتر آیا ہے۔ (نعوذ باللہ)

☆ ..... یہی مبارک احمد بیمار پڑ گیا۔ مرزا نے صحت اور طویل عمری کی پیشگوئی کی مگر غلط نکلی۔

☆ ..... اپنی عمر کے بارے میں کئی بار پیشگوئیاں کرتا رہا جو سب کی سب جھوٹ کا پلندہ ثابت ہوئیں۔

☆ ..... مولوی محمد حسین بٹالوی (غیر مقلد) کے بارے میں پیشگوئی کی کہ عنقریب مرزائی ہو جائے گا، مگر ایسا نہ ہوسکا۔

☆ ..... اپریل اور مئی ۱۹۰۵ء میں پے در پے کئی اشتہار شائع کیے جن میں شدید زلزلے کی پیشگوئی بار بار کی گئی۔ خود بھی اہل و عیال سمیت مکان چھوڑ کر باغ میں جا ڈیرہ لگایا مگر زلزلہ پھر بھی نہ آیا۔

ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ اس کی غلط پیشگوئیوں کا ہلکا سا نمونہ پیش کیا ہے ورنہ اس بحر کی تہہ کہاں۔ اسے جھوٹ بولنے کی ایسی عادت تھی کہ خود سراپا کذب بن گیا تھا۔

(5)۔ نبی کے حواس خمسہ: "دیکھنا" انسانی حواس خمسہ میں سے سب سے پہلے مذکور ہوتا ہے۔ عام انسان سامنے کی اشیاء ہی کو دیکھ سکتا ہے اور وہ بھی محدود۔ کئی ایسی چیزیں ہیں جو ہمارے سامنے ہوتی ہیں مگر ہمیں نظر نہیں آتیں۔ چنانچہ انہیں خوردبین سے دیکھا جاتا ہے۔ بلکہ بعض اشیاء خوردبین کی مدد سے بھی نہیں دیکھی جا سکتیں۔ اور تو اور اپنے جسم کے کئی اعضاء بھی ہماری نظر کے دائرہ سے باہر ہیں۔ مگر انبیاءِ کرام علیہم السلام کا معاملہ یوں نہیں، ان کی نظر زمین و آسمان کی وسعتوں کو دیکھتی ہے۔ دیکھئے قرآن حکیم کا فتویٰ

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (الانعام ۷۵)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس

لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے۔
یونہی ان کا "سننا" بھی عام انسانی قوتِ سماعت کے مقابلے میں غیر محدود ہوتا ہے۔ قرآن پاک کے مطابق حضرت سلیمان علیہ اسلام جنوں، آدمیوں، اور پرندوں کے لشکر کے ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے تھے:

حتّٰی اذا اتوا علی واد النمل قالت نملۃ یایھا النمل ادخلوا مسٰکنکم لا یحطمنکم سلیمٰن و جنودہ وھم لا یشعرون۔(النمل۔۱۸)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے نالے پر آئے، ایک چیونٹی بولی، اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نا ڈالیں، سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں.

اس آواز کا نتیجہ کیا نکلا، قرآن پاک فرماتا ہے:

فتبسم ضاحکا من قولھا۔ الخ (النمل:۱۹) ترجمہ: تو اس کی بات سب کر (سلیمان) مسکرا کر ہنسا۔

یہی ان کی "قوت شامہ" یعنی سونگھنے کی حس کا حال ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا پیراہن لے کر حضرت یہودا مصر سے چلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام ان کی خوشبو بہت دور سے محسوس کرتے ہیں۔ قرآن پاک فرماتا ہے:

ولما فصلت العیر قال ابوھم انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون۔۔۔(یوسف۔۹۴)

ترجمہ: اور جب قافلہ (مصر سے) جدا ہوا، یہاں ان کے باپ نے (اسی فرسنگ دور کنعان میں) کہا، بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے یہ نہ کہو کہ سٹھ گیا ہوں.

یونہی انبیاء کے 'چھونے یا پکڑنے کی طاقت' دیکھنا ہو تو مسلم شریف کی کتاب الفضائل کے باب من فضائل موسیٰ کی حدیث دیکھ لیں جس میں موسیٰ علیہ السلام کا طمانچے سے عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ پھوڑ نا مذکور ہے اور اگر 'چکھنے کی حس' کی قوت جاننا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کھاری پانی کے کنویں میں اپنے منہ شریف کا پانی ڈال کر میٹھے پانی میں تبدیل کرنا دیکھیے۔ (حجۃ اللہ علی العٰلمین۔۴۳۴)

انبیاءِ کرام علیہم السلام کے حواس کی یکتا قوتوں کے یہ شواہد قرآن و حدیث سے پیش کیے گئے ہیں۔ بے شمار شواہد اس کے علاوہ ہیں۔ لیکن ہمیں تو اشارہ کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو کتنے زبردست حواسِ خمسہ عطا کرتا ہے۔ یعنی نبی وہ ہے جو ان حواس میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔

اب آیئے مرزا قادیانی کے حواسِ خمسہ کی 'اوقات' دیکھیں۔ اس مقصد کے لیے محققین نے مرزا کی پوری زندگی کے حالات کھنگال ڈالے۔ جس قدر تحریری مواد اس کے بارے میں مل سکتا تھا، دیکھ ڈالا۔ خدائے بزرگ و برتر کی قسم! مرزا کے حواس کو عام آدمی کے حواس سے بھی ضعیف تر پایا۔ ضعفِ سماعت و بصارت کا شکار اور انواع و اقسام کی بیماریوں کی آماجگاہ مرزا قادیانی (سیرت المھدی و دیگر کتب) اس معاملے میں تہی دامن نظر آیا۔ کیا مرزا کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ ایک مضبوط دلیل نہیں۔

(6)۔ نبی قبیح عادتوں سے پاك ھوتا ھے: تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام بلند ترین اور پاکیزہ ترین صفات و عادات کے مالک ہوئے۔ چوری، بدکاری، جھوٹ، وعدہ خلافی اور اس قسم کے جملہ آلائشوں کا ان کی ذات میں شائبہ تک نہیں پایا جاسکتا۔ کیا مرزا اس معیار پر پورا اترتا ہے؟ آیئے جائزہ لیں:

مرزا کے اپنے روزنامہ 'الفضل' قادیان دارالامان (مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۳۸ء) کی ایک عبارت دیکھیں. "وہ (مرزا قادیانی) کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے"۔ نیز یہ بھی:

"ایک دفعہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے سل دق کے مریض کے لیے ایک گولی بنائی تھی. اس

میں کونین اور کافور کے علاوہ افیون، بھنگ اور دھتورہ وغیرہ زہریلی ادویہ بھی داخل کی تھیں"

(سیرت المہدی ج۳ ص ۱۱۱، از مرزا بشیر ابن مرزا قادیانی)

"ان(عورتوں) سے مس کرنااور اختلاط منع نہیں بلکہ موجب رحمت و برکات ھے"۔

(قادیانی اخبار الحکم قادیان جلد ۱۱ مورخہ۷ اپریل۱۹۰۷ء)

''مرزاشراب پیتاتھا''۔(خطوط امام بنام غلام ص۵،ازحکیم محمدحسین قریشی قادیانی)

یہ محض چند جھلکیاں ہیں وگرہ مرزا قادیانی کا بلندیٔ کرداراورتطہیر افکار کے ساتھ کچھ علاقہ نہ تھا۔تو فرمایئے!اگر نبی ان قبیح حرکات کا مرتکب ہوگاتو قوم کو کیادے گااور دنیاوآخرت میں ان کی کامیابی کا کیاسامان کرے گا؟

(7)۔ نبی کا نام مفرد ھوتا ھے: اس حقیقت کے بیان کے لیے لمبی چوڑی وضاحت درکار نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام تا جناب محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کے نام مفرد تھے،مرکب نہیں تھے۔جیسے آدم،نوح،شیث،ابراہیم،موسیٰ،عیسیٰ علیہم السلام وغیرھم۔چنانچہ مرزا کامرکب نام بھی اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔یعنی''مرزا غلام احمد قادیانی''۔پھر نام میں لفظ''غلام'' بھی منصب نبوت کے منافی ہے۔کوئی نبی غلام نہیں ہوا(جب کہ یہ انگریزوں کا غلام تھا)۔اگر یہ کہیں کہ مرزا غلام احمد تو احمد کا غلام ہےتو سن لیں کہ جناب احمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا غلام بھی ہرگز نبی نہیں ہوسکتا۔اگر ہوتا تو جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے(لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَر (ترمذی۔مشکوٰۃ۳/۲۳۱)۔توجب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیساجلیل القدر صحابی منصب نبوت نہیں پاسکتاتو دور آخر کا یہ کم عقل مرزا قادیانی کیونکر نبی ہوگا۔

(8)۔ نبی کسی کا شاگرد نہیں ھوتا: اللہ تعالیٰ کے نبی دنیا کوسکھانے آتے ہیں،دنیا میں کسی سے سیکھتے نہیں۔کسی نبی نے کسی دنیاوی تعلیمی ادارے یا شخص سے نہیں پڑھا۔وہ تو امت کے استاد ہوتے ہیں اور فقط ذاتِ باری تعالیٰ کے شاگرد۔مگر اس کے برعکس جھوٹا مدعیٔ نبوت مرزا قادیانی لوگوں سے پڑھا۔چھ سات سال کی عمر میں قرآنِ حکیم اور چند فارسی کتابیں پڑھیں،پھر کچھ عربی سیکھی۔بعد میں ایک شیعہ عالم گل علی شاہ نامی سے سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں کچھ نحو،منطق وحکمت کی تعلیم لی۔طب کی بعض کتابیں اپنے باپ سے پڑھیں۔یہ پڑھائی بہت محدود تھی،نہ تفسیر پڑھی نہ حدیث،محض عربی وفارسی اور علم وحکمت کی ابتدائی کتابیں۔اتنا ناقص علم اکثر خطرۂ ایمان بن جاتا ہے۔یونہی طب کا علم بھی پورا حاصل نہ کیا گویا خطرۂ ایمان ہی نہیں خطرۂ جان بھی تھا۔یہ اس ناقص علم کا اثر ہے کہ اس کی عربی،فارسی اور اردو تحریریں فصاحت وبلاغت سے خالی اور اغلاط سے پُر ہیں۔

علم کے ناقص رہنے کی ایک وجہ مرزا کامخصوص آوارہ مزاج بھی تھا۔وہ چڑیاں مار کروقت ضائع کرتا رہا(سیرت المہدی)۔اورلوگ اسے سندھی کے نام سے پکارتے تھے۔تربیت ایسی ناقص تھی کہ لڑکوں کے کہنے پرایک دفعہ مٹھائی لینے آیاتو بغیر کسی سے پوچھے(یعنی چوری)ایک برتن میں سفید بورا جیبوں میں بھر کرباہر بھاگ گیا۔راستے میں مٹھی بھر کر منہ میں ڈالاتو پتا ہوانمک تھا۔(سیرت المہدی)

(9)۔ نبی شاعر نہیں ھوتا: اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشادفرماتا ہے کہ وَمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ یعنی یہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم جوسناتے ہیں وہ کسی شاعر کا قول نہیں بلکہ تمہارے رب کی باتیں ہیں۔نبی فضول شاعری کا مرتکب نہیں ہوتا۔جبکہ قادینی کی فکری آوارگی کا اندازہ کرنے کے لیے اس کے اشعار دیکھئے اور سوچئے کہ کیاایسے کرداروافکارکو منصب نبوت سے کوئی نسبت ہوسکتی ہے؟

کرم فرماکے آؤمیرے جانی بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسادے

کبھی نکلے گا آخر تنگ ہوکر لااک بار شوروغل مچادے

میرے بت اب سے پردہ میں رہوتم کہ کافر ہوگئی خلقت خدا کی

کرم خاکی ہوں مرے پیارے، نہ آدم زادہوں (تو آخر کیا ہو؟)
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار (استغفر اللہ)

قرآن کریم کی رو سے تو نبوت و رسالت شاعری کی حدود ہی سے بالاتر ہے۔ یعنی جو نبی ہے شاعر نہیں، جو شاعر ہے وہ نبی نہیں۔ اوران آوارہ مزاج شاعروں کی پیروی کرنے والے بھٹکے ہوئے لوگ ہوتے ہیں۔

وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ..... (الشعراء) ترجمہ: شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔

(10)۔ وحی قوم کی زبان میں: انبیاء علیھم السلام پر خداتعالی کی طرف سے نازل ہونے والی وحی ان کی زبان میں ہوتی تھی تاکہ عوام الناس کو سہولت ہو اور وہ اپنے رب کی منشاء و رضا کو بآسانی سمجھ سکیں۔ ہمارے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہونے والی تمام تر وحی ان کی اپنی زبان عربی میں تھی۔ مگر مرزا قادیانی اس معاملے میں بھی فاش غلطی کر بیٹھا۔ کہتے ہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ مرزا سے جب وحی کے بارے میں پوچھا جانے لگا تو اردو، پنجابی کے علاوہ انگریزی زبان کے جملے اور کبھی عجیب وغریب بے معنی الفاظ سنا دیتا۔ ملاحظہ فرمایئے!

(۱)۔ پنجابی اہام، محمدی بیگم نامی خاتون سے شادی کی خواہش جب پوری نہ ہوئی اور وہ بیاہ کر موضع 'پٹی' ضلع قصور چلی گئی تو مرزا نے کہا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ 'پٹی پٹی گئی'۔ یعنی 'پٹی تباہ ہو جائے گی'۔ (تذکرہ مجموعہ الہامات ص ۲۹ا از مرزا)

(۲)۔ انگریزی الہامات:

(1). You must do what I told you. (2). I shall help you.

(3). You have to go Amritsar. (تذکرہ مجموعہ الہامات ص ۱۲۱،۱۲۰،۱۱۹ طبع دوم از مرزا)

I love you. I am with you. Yes I am happy. He is with you to kill enemy.

God maker of earth and heaven. (حقیقۃ الوحی۔ ص ۳۰۴)

(۳)۔ عجیب وغریب اہامات: (۱) پریشن۔ عمر براطوس۔ یا پلاطوس (۲) ھوشعنا نعسا۔

فرمایئے! کیا اس قسم کی بے سروپا باتیں کرنے والا اور بے پرکی ہانکنے والا کم عقل، ارباب عقل و دانش کے نزدیک انسان کہلانے کا بھی حقدار ہے چہ جائیکہ اسے نبی مانا جائے؟

(11)۔ نبی کا جہاں وصال، وہیں مزار: علماء اس بات پر متفق ہیں کہ نبی کا جہاں وصال ہو، وہیں اس کی تدفین ہوتی ہے اور مزار بنتا ہے۔ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی واضح دلیل ہے کہ جہاں حجرۂ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا وہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزارپرانوار زیارت گاہ عالم ہے۔

لیکن قربان جائیں تدبیر خداوندی پر کہ مرزا قادیانی کو وہاں مارا جہاں اس کی قبر بنانا ممکن ہی نہیں تھا، اور وہ ہے بیت الخلاء۔ مرزا 26 مئی 1908ء کو، ہوری برانڈرتھ روڈ کے ایک گھر کے بیت الخلاء میں ہیضہ کے زیر اثر مردار ہوا۔ اب مذکورہ بالا قانون کے تحت اسے اسی جگہ دفنانا چاہیے تھا۔ تاہم بذریعہ ریل گاڑی اسے قادیان لاکر سپرد خاک کیا گیا۔ ہمیں قادیانیوں کی اس ناانصافی پہ سخت شکوہ ہے۔

قارئین کرام! اس تحریر کو غور سے پڑھیے۔ یہ محض چند عام فہم دلائل ہیں وگرنہ عقلی و نقلی دلائل کا انبار لگایا جاسکتا تھا۔ انہیں از بر کیجیے، دوروں کو بھی کرایئے تاکہ کوئی قادیانی کسی سادہ لوح مسلمان کی متاع ایمان نہ لوٹ سکے۔ نیز یہ دلائل قادیانیوں پر بھی حجت ہیں۔

اللہ کریم بطفیل حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بہ دعائے شیخ کریم سیدی وسندی حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہٗ النورانی ہماری دستگیری فرمائے اور فتنۂ قادیانیت کی بیخ کنی وسرکوبی کی تاحیات ہمت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مسائل دینیہ

مفتی شاہد اقبال آسوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال کیا دو سگی بہنوں کو ایک مرد کا اپنے نکاح میں جمع کرنا جائز ہے؟

جواب: بالکل جائز نہیں، صریحاً قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وان تجمعوا بین الاختین (سورہ نساء آیت، ۲۳)

ترجمہ: اور دو بہنیں اکٹھی کرنا (یعنی حرام کر دیا گیا نکاح میں دونوں بہنوں کا جمع کرنا)۔

حدیث مبارک میں ہے ضحاک بن فیروز دیلمی نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے:

قلت یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم انی اسلمت وتحتی اختان قال اختر ایتھما شئت۔

ترجمہ: میں عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میرے نکاح میں دو سگی بہنیں ہیں، فرمایا ان میں سے ایک کو چن لو۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ المصابیح)

دوسری حدیث میں ہے:

من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلا یجمعن ماء ہ فی رحم اختین۔

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے نطفہ کو ہرگز دو بہنوں کے رحم میں جمع نہ کرے یعنی دو بہنوں سے نکاح نہ کرے۔

فتاویٰ عالمگیری جلد اول میں ہے لا یجمع بین اختین لنکاح یعنی دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع نہ کرے۔ ایک شخص دو بہنوں کو اکٹھی اپنے نکاح میں ہرگز نہ رکھے۔

دنیا میں ذلت ورسوائی آخرت میں عذاب قہار کا باعث ہے۔ ایسے ہی خالہ، بھانجی اور بھتیجی کو کسی شخص کا اپنے نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے، سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لایجمع بین المراۃ و عمتھا و لا بین المراۃ و خالتھا (صحیح بخاری، صحیح مسلم، مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: کسی عورت کو اور اس کی پھوپھی کو جمع نہ کیا جائے اور نہ کسی عورت اور اس کی خالہ کو۔

دوسری حدیث میں ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نھیٰ ان تنکح المراۃ علی عمتھا او العمۃ علی بنت اختھا والمراۃ علی خالتھا او الخالۃ علی بنت اختھا۔ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی، مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: بے شک رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ پھوپھی کے نکاح میں ہوتے اس کی بھتیجی سے نکاح کیا جائے یا بھتیجی کے ہوتے اس کی پھوپھی سے یا خالہ کے ہوتے اس کی بھانجی سے یا بھانجی کے ہوتے اس کی خالہ سے۔

کتب فقہ میں یہ اجماعی مسئلہ صراحتاً موجود ہے کہ خالہ، بھانجی، پھوپھی، بھتیجی کا ایک شخص کے نکاح میں جمع ہونا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔

سوال: کیا بدمذہب (یعنی غلط عقائد رکھنے والے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خداداد کمالات کے منکرین اہل بیت، ازواج مطہرات، اصحاب کرام سے بغض رکھنے والے، اولیائے کرام سے کدر رکھنے والے، معمولات اہل سنت و جماعت کے معترضین بلکہ منکرین) سے نکاح کرنا جائز ہے؟

جواب: غلط عقائد رکھنے والوں سے اپنا یا اپنی اولاد کا ازدواجی تعلق بنانا ناجائز ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار و مالکم من دون اللہ من اولیاء ثم لا تنصرون

(سورہ ھود آیت ۱۱۳)

ترجمہ: ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ دوزخ کی آگ کا عذاب پاؤ گے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں، پھر مدد نہ پاؤ گے۔

حدیث مبارک میں بدعقیدہ لوگوں کو تمام مخلوق سے بدقرار دیا گیا ہے اور ان سے دور رہنے کا حکم فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

اھل البدع شر الخلق و الخلیفة

ترجمہ: بدعتی تمام مخلوق سے برے ہیں۔ (معجم اوسط، باب العین)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سچے محب اہل سنت و جماعت ہیں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب و تعظیم کے پیکر، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی آل، ازواج مطہرات، اصحاب کرام، اولیائے کرام کے دل و جان سے غلام ہیں۔ اہل بدعت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب، اختیارات، میلاد شریف پر نہ صرف اعتراض کرنے والے بلکہ انکار کرنے والے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و تعظیم سے خود خالی اور دوسرے عام سادہ لوح امتیوں کو اپنے مرکز و محور آقا دو جہاں سرور کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے دور کرنے کی ناپاک سعی کرنے والے، اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے بغض رکھنے والے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے بالخصوص خلفاء راشدین سے نہ صرف بغض بلکہ تبرا کرنے والے، ازواج مطہرات سے دشمنی رکھنے والے، اولیاء کرام سے، جن کے پاس بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت ملتی ہے۔ ہمارے شیخ کامل اقلیم ولایت کے تاجدار سیدی حضور مفکر اسلام قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے ہم پیران عظام کے پاس اس لئے جاتے ہیں کہ ہمیں ان کی بارگاہوں سے محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ملتی ہے۔ دین متین پر عمل کرنے کا طریقہ وسلیقہ آتا ہے۔ جن کی نگاہ سے دلوں کے اندر خدمت دین کا جذبہ پیدا ہوتا ہے

نہ کتابوں سے نہ کالج کے در سے ہے پیدا　　　دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

ان کی درگاہوں سے روکنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ ان لوگوں سے حدیث مبارک میں دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یا تونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباء کم فایا کم و ایاهم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔

ترجمہ: آخری زمانہ میں ایسے دجال ظاہر ہوں گے جو تمہیں ایسی احادیث سنائیں گے جو تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے آباؤ اجداد نے، تو ایسے لوگوں سے بچو اور ان کو اپنے آپ سے دور رکھو تا کہ تمہیں گمراہ نہ کریں نہ ہی فتنہ میں ڈالیں۔

(صحیح مسلم جلد ا باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء)

یعنی اپنے آپ کو بدعقیدہ لوگوں سے اور ان کو اپنے سے دور رکھو تا کہ تمہیں گمراہ نہ کریں اور فتنہ میں نہ ڈالیں۔

دور شو از اختلاط یار بد　　　یار بد بدتر بود از مار بد

مار بد تنہا ہمی بر جان زند　　　یار بد بر دین و بر ایمان زند

یعنی ان کے ساتھ ایسا تعلق بنانے سے (یعنی نکاح کرنے سے) ایسا مضبوط تعلق بنے گا کہ ہر جگہ اور ہر وقت ان کا ساتھ ہوگا، اس سے ان شرعی احکام کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، کیونکہ اس بدعقیدہ کی گمراہی کا اثر خود قبول کرے گا یا کم از کم وہ اولاد جو اس کے زیر سایہ پرورش پائے گی وہ تو ضرور اس کا اثر قبول کرے گی۔ کتنا بڑا نقصان ہوگا۔ اولاد اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کی محبت سے خالی ہوگی، اللہ والوں پر جب تنقید کرے گی (الامان والحفیظ) اس لئے کبھی بھی ان سے نکاح نہ کرنا چاہئے۔ جب کہ قرآن پاک نے ہمیں ہلاکت میں گرنے سے منع فرمایا ہے:

ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة

ترجمہ: اور اپنے ہاتھ ہلاکت میں نہ پڑو۔

اس لئے ایسے لوگوں سے نہ رشتہ لو اور نہ ان کو رشتہ دو۔ رشتہ طے کرنے سے پہلے جیسے ہم لڑکا یا لڑکی یا اس کی نوکری، گھر بار فیملی کو پیش نظر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں ہمیں ان سب چیزوں سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ لڑکے یا لڑکی کی فیملی کا عقیدہ کیسا ہے۔ کہیں بدعقیدہ تو نہیں۔ اگر اہل سنت و جماعت ہیں تو پھر باقی معاملات دیکھیں۔ اگر دونوں گھر والے متفق ہیں تو لڑکے اور لڑکی کی تقریب نکاح منعقد کر کے سنت مطہرہ کے مطابق عقد کروا دیں۔ بہر حال عقائد فاسد رکھنے والوں سے ہر گز رشتہ داریاں نہ کریں۔ (اللہ کریم محفوظ فرمائے)

سوال:　کیا نابالغ بچے اور نابالغہ بچی کا نکاح ہو سکتا ہے؟

جواب:　نابالغ بچے اور نابالغہ بچی کا نکاح ہو سکتا ہے باذن ولی یعنی نابالغ بچے اور بچی کا نکاح ان کے والد، دادا، بڑے بھائی اور چچا تایا جو

جب ولی ہوگا، اس کی اجازت سے ہوسکتا ہے۔ ولی کی اجازت کے بغیر نابالغ یا نابالغہ اپنا نکاح کرے تو نہیں ہوسکتا۔

ھدایہ میں ہے:

یجوز نکاح الصغیر والصغیرۃ اذا زوجھما الولی (اولین کتاب النکاح)

ترجمہ: نابالغ لڑکے اور نابالغہ لڑکی کا نکاح جائز ہے جب کہ ان کا نکاح ان کے ولی نے کیا ہو۔

سوال: ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح ایسے لڑکے سے کرنا چاہتا ہے جو گونگا، بول نہیں سکتا۔ دونوں بالغ ہیں تو ایجاب وقبول کیسے ہوگا؟

جواب: اشارے سے ہوگا۔ فتاویٰ بحرالعلوم میں ہے گونگا اس طرح صاف اشارہ کرے کہ واضح ہوجائے نکاح کو سمجھ کر قبول کررہا ہے تو اشارہ سے نکاح ہوجائے گا۔ شامی میں ہے **ینعقد نکاح الاخرس اذا کانت لہ اشارۃ معلومۃ۔**

سوال: کیا سگی چاچی اور ممانی محرمات میں سے ہیں؟

جواب: چچی اور ممانی محرمات میں سے نہیں ہیں۔ اس لئے سگی چچی اور ممانی کے ساتھ مطلقہ ہونے یا اپنے شوہروں کی عدت وفات گزارنے کے بعد نکاح ناجائز نہیں۔ قرآن پاک میں ہے:

واحل لکم ماوراء ذلکم

ترجمہ: جن کا حرام ہونا پہلے بیان کیا گیا، ان کے سوا تمہارے لئے حلال ہیں۔

لہٰذا محرمات میں چچی اور ممانی کو شامل نہیں کیا۔ (از افادات مفتی اعظم ہند)

سوال: محرم کسے کہتے ہیں؟

جواب: ایسے رشتہ دار جن سے ہمیشہ نکاح حرام ہے۔ انہیں محرم کہتے ہیں۔

سوال: (الف): دنیا سے ایمان کی حالت میں فوت ہونے والے میاں بیوی کی حیثیت جنت میں کیا ہوگی؟

(ب): دنیا میں ایک سے زیادہ خاوند ہونے کی صورت میں، جنتی عورت کس خاوند کو ملے گی، جب کہ تمام خاوند جنتی ہوں۔

جواب: (الف): حالت ایمان میں دنیا سے رخصت ہونے والے میاں بیوی جنت میں میاں بیوی کی حیثیت سے رہیں گے۔ اس بیوی کو حوروں سے زیادہ خوب صورت کردیا جائے گا۔

(ب): سب سے آخر میں جس خاوند کی دنیا میں بیوی تھی، اس کو جنت میں ملے گی۔ (وقار الفتاویٰ)

”آزاد کشمیر حکومت کی عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ میں ناکامی“

آزاد کشمیر اسمبلی میں ختم نبوت بل پاس ہونے کے باوجود قادیانیوں کو مسلمانوں کی ووٹر لسٹوں سے الگ نہ کیا جاسکا

ڈاکٹر بدر منیر چوہدری۔ صدر علماء ومشائخ رابطہ کونسل پاکستان

(قارئین زیرِ نظر مضمون ایک تجزیاتی رپورٹ ہے جو آزاد کشمیر اسمبلی میں ختم نبوت بل پاس ہونے کے باوجود قادیانیوں کو مسلمانوں کی ووٹر لسٹوں سے الگ نہ ہونے پر اہلیانِ آزاد کشمیر کے مختلف عائلی اور دوسرے مسائل پر اربابِ اقتدار کی توجہ مبذول کروانے کی ایک سعی جمیلہ ہے وہیں وطن عزیز کے علماء ومشائخ، قانون دان اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے سرگرداں مجاہدین کے لیے ایک کیس سٹڈی بھی ہے جو مستقبل میں اس نوع کے آمدہ مسائل سے عہدہ براہونے اور پیش بندی کے لیے بہت اہم ہے۔ادارہ الحقیقہ)

آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی میں علما مشائخ کی نشست سے ایم .ایل .اے پیر سید علی رضا بخاری کی قرارداد نمبر 199 کی شق "D" کی رو سے اسمبلی نے 13 اکتوبر 2020 کو یہ فیصلہ دے دیا کہ گراس روٹ لیول پر ختمِ نبوت کا حلف نامہ نافذ کر کے قادیانیوں اور مسلمانوں کو علیحدہ علیحدہ شناخت دینے کی غرض سے اگر آزاد جموں وکشمیر عبوری آئین 1974 میں مزید کوئی ترمیم کرنا پڑے تو یہ اسمبلی ایسی ترمیم ضرور کرے گی۔آزاد کشمیر اسمبلی میں ختم نبوت کے تحفظ کے لیے جناب پیر سید علی رضا بخاری دامت برکاتہ کی خدمات لائق صد تحسین ہیں۔

حکومتِ آزاد کشمیر میں چند کالی بھیڑیں عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کی خاطر اٹھائے گئے اقدامات کو سبوتاژ کرنے کے درپے ہیں . تفصیلات کے مطابق آزاد جموں وکشمیر قانون ساز اسمبلی کی ایک قرارداد نمبر 200 جس کی شق "ب" کے مطابق ایک سمری تیار کر کے محکمہ امور دینیہ کے سیکرٹری نے وزیر اعظم کی منظوری کے لیئے فائل وزارتِ مذہبی امور کو زیرِ روانگی نمبر 67-4266 مورخہ 16 دسمبر 2020 کو ارسال کی تاکہ مطابق نوٹیفکیشن جاری کیا جاسکے سمری وزارتِ مذہبی امور سے زیرِ روانگی نمبر 533 مورخہ 22 دسمبر وزیر اعظم کو روانہ ہوکر اسی روز وصول بھی ہوگئی .وزیر اعظم سیکرٹریٹ سے اگر یہ فائل منظور ہوتی تو چیف سیکرٹری کو ارسال کی جاتی یا اگر اس پر وزیر اعظم کو کوئی اعتراض ہوتا تو سمری واپس اسی سیکرٹری کو ارسال کی جاتی جہاں سے شروع میں روانہ کی گئی تھی . مگر ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہ ہوئی بلکہ فائل زیرِ روانگی نمبر 3413 مورخہ 23 دسمبر وزیر اعظم سیکرٹریٹ سے سیکرٹری قانون کو ارسال کر دی گئی جہاں پر زیرِ وصولی نمبر 11890 جنرل وصولی ڈاک میں وصول تو ہوئی مگر وصول ہونے کے بعد سیکرٹری قانون کے پرائیویٹ سیکرٹری کے رجسٹر میں جہاں اسے جانا چاہیے تھا نہیں گئی بلکہ کہیں اور جا کر چھپ گئی ہے. ایسا اس لیئے ماننا پڑ رہا ہے کہ سیکرٹری قانون کے پاس یہ سمری کیا لینے گئی تھی؟ سیدھی سی بات ہے کہ اس میں کوئی ایسی پیچیدگی تو تھی نہ کہ جس پر قانونی رائے کے لیئے یہ سیکرٹری قانون کے پاس جاتی .وہ اس لیئے کہ جو عبارت اضافی کالم کے طور پر مسلمانوں کے نکاح کے رجسٹر میں شامل کرنا مقصود ہے اس کی شمولیت کا طریقہ کار اور الفاظ آزاد جموں وکشمیر قانون ساز اسمبلی کے فاضل ممبران اپنی ایک متفقہ قرارداد کے ذریعہ پاس کر چکے ہوئے ہیں . سیکرٹری قانون یا ان کا دفتر کتنا بڑا فاضل کیوں نہ ہو مگر قانون ساز اسمبلی سے زیادہ فاضل نہیں ہے اور نہ ہی اسمبلی سے بڑھکر ریاست میں کسی اور کے پاس کوئی اختیار ہے کہ وہ اسمبلی کی رائے کو بدلے یا اس پر کوئی اپنی طرف سے رائے دے۔

جہاں تک قرارداد میں مسلمانوں اور مرزائیوں کے مابین ازدواجی بندھنوں کو روک دینے کے بعد اس کی خلاف ورزی پر سزا کے لیئے قانون سازی کرنے کے معاملہ کا تعلق ہے تو اس میں ظاہری بات ہے کہ پہلے علم دیا جائے گا پھر عمل کا مطالبہ ہوگا یعنی ختمِ نبوت کے حلف نامہ نکاح کے پرت میں آجانے کے بعد اس کی خلاف ورزی کو جرم قرار دیا جاسکے گا جس کے خلاف سزا کا تعین کرنے کے لیئے مسودہ قانون بناتے وقت محکمہ قانون کی ضرورت پیش آتی ہے اور دوسرا یہ کہ یہ قانون بنانا ایک الگ کام ہے . پہلا کام تو محکمہ امور دینیہ کا ہے کہ وہ نوٹیفکیشن جاری کر کے نکاح کے پرت میں ختمِ نبوت کا حلف نامہ شامل تو کرے تاکہ اسلامی معاشرہ کے علم میں آئے کہ اسے کیا کرنا چاہیے . اس مرحلہ پر سیکرٹری قانون کا سرے سے کوئی کام ہی نہیں ہے پھر اس فائل کو چکروں پر کیوں چڑھایا جارہا ہے؟ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنے کی ضرورت ہے کہ عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کے حوالے سے جس سرخ فیتے پر آج پیر سید علی رضا بخاری کی قرارداد نمبر 199 اور قرارداد نمبر 200 کو چڑھایا جارہا ہے اس سے قبل 1973 کے دوران میجر محمد ایوب خان کی طرف سے 22 مارچ کو پیش کی گئی قرارداد 28 اپریل 1973 کو پاس ہوکر اسی سرخ فیتے کی نظر ہوگئی تھی وزیر اعظم آزاد کشمیر کی نیت پر تو کوئی شک اس لیئے نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے بڑی دلچسپی لیتے ہوئے قادیانیوں کو آئین میں غیر مسلم قرار دلوایا تھا مگر یہ بات شک سے خالی نہیں ہے کہ حکومت کی کسی پوسٹ پر کہیں کوئی قادیانی یا قادیانی نواز ضرور بیٹھا ہوا ہے جو ختمِ نبوت کے

عقیدہ کے تحفظ کے حوالہ سے اٹھائے گئے اقدامات کو سبوتاژ کرنے کے در پے ہے۔

پاکستان میں بھی ختم نبوت کے حلف نامہ سے جب چھیڑا گیا تھا تو یہ کام سیاستدانوں نے نہیں بلکہ بیوروکریٹس کا کیا دھرا تھا جس کا خمیازہ منتخب حکومت کو بھگتنا پڑا تھا جب اس معاملہ پر عدالت کے حکم پر انکوائری ہو کر رپورٹ پیش ہوئی جو کہ آج بھی صیغہ راز میں ہے تو اسلام آباد ہائی کورٹ نے اپنے فیصلہ مصدرہ 4 جولائی 2018 میں یہ سوال ضرور پوچھا ہوا ہے کہ مملکت پاکستان میں کتنے لوگوں کے علم میں یہ بات لائی گئی تھی کہ صدر پرویز مشرف کا پرنسپل سیکرٹری ایک قادیانی ہے؟ پاکستان میں ختم نبوت کے حلف نامہ کو نواز شریف دور کی چھیڑ چھاڑ سے پہلے مشرف دور میں متعلقہ قانون کی دفعہ 7 بی اور 7 سی کو کمزور کر دیا گیا ہوا تھا اور آخری وار کے طور پر حلف نامہ پر حملہ کیا گیا۔

اوپر جو کچھ اسمبلی کی قرارداد کے ساتھ ذکر کیا گیا اس کو ایک طرف رکھتے ہوئے ختم نبوت کے عقیدہ کے تحفظ کے حوالہ سے یہاں آزاد جموں و کشمیر ہائی کورٹ کے ایک فیصلہ کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ عدالت نے مقدمہ بعنوان "عبدالوحید قاسمی وغیرہ بنام آزاد حکومت وغیرہ" مصدرہ 22 جنوری 2020 میں یہ قرار دیا نمبر 1 یہ کہ قاری عبدالوحید قاسمی کی طرف سے وزیر اعظم کو دیئے گئے چارٹر آف ڈیمانڈ والے مکتوب کے مندرجات کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل درآمد کیا جائے۔ نمبر 2 یہ کہ ریاست کے آئین میں مزید ترمیم کر کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے فرنچائز الگ الگ کر دیئے جائیں تا کہ کوئی قادیانی جو کہ غیر مسلم ہے مسلمانوں کے فرنچائز میں نہ گھس سکے اور نمبر 3 یہ کہ مسلمانوں کے بچوں کو ختم نبوت کے عقیدہ کی ابتدائی معلومات کے لیئے نصاب تعلیم میں بھی مناسب اقدامات اٹھائے جائیں، تاہم عدالت نے اپنے فیصلہ میں یہ وضاحت بھی کر دی کہ آئین میں ترمیم لانا قانون ساز اسمبلی کا اختیار ہے جسے عدالت کوئی ہدایت جاری نہیں کرتی کہ وہ لازماً ایسا کرے البتہ عدالت حکومت کو ہدایت دیتی ہے کہ وہ آئینی ترمیم کے لیئے بل اسمبلی میں متعارف کرائے۔ آزاد حکومت کے 4 آفیسران کو عدالت نے یہ بل مرتب کرنے اور دیگر اقدامات اٹھانے کی ذمہ داری اس طرح سونپی کہ ان کو متذکرہ فیصلہ کی کاپی خود عدالت نے اپنے حکم پر بلا قیمت 27 جنوری 2020 کو ارسال کر دی۔ ان چار میں چیف سیکرٹری، پرنسپل سیکرٹری برائے وزیر اعظم، سیکرٹری قانون اور الیکشن کمیشنر آف آزاد جموں و کشمیر شامل ہیں۔

چونکہ ایسے کسی بل کے خلاف قادیانیوں نے مسلمانوں میں یہ غلط فہمی مسلمانوں کے ہی منہ سے پھیلا رکھی تھی کہ اگر مسلمانوں اور غیر مسلموں کے فرنچائز آئین میں ترمیم کے ذریعہ الگ الگ کر دیئے گئے تو اس طرح قادیانی اسمبلی میں آ بیٹھیں گے جو کہ مسلمانوں کی غیرت کے خلاف ہے گویا وہ مسلمان بن کر تو اسمبلی میں آئیں یا آفیسر کی کرسی پر بیٹھیں مگر غیر مسلم کی حیثیت سے مسلمانوں سے الگ نہ ہوں بلکہ مسلمانوں کے اندر ہی بے شک گھسے رہیں حالانکہ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں چاروں صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلموں کو کل 23، قومی اسمبلی میں 10 اور سینٹ میں 4 نشستیں حاصل ہیں مگر کسی بھی نشست پر کبھی کوئی قادیانی نہیں آیا اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ خود کو غیر مسلم مانتے ہی نہیں ہیں۔ کسی ایک صوبائی اسمبلی میں غیر مسلم کی نشست پر ایک قادیانی آیا تو قادیانیوں نے اسے اپنی جماعت سے ہی خارج کر دیا تھا۔ اس قسم کی پھیلائی ہوئی افواہ سے کہ فرنچائز الگ ہونے سے قادیانی آزاد کشمیر اسمبلی میں آ جائیں گے خدشہ یہ تھا کہ حکومت اسمبلی میں بل متعارف کرائے اور اسمبلی اسے پاس ہی نہ کرے تو پھر گراس روٹ لیول پر ختم نبوت کا حلف نامہ کس طرح نافذ ہوگا لہٰذا اس معاملہ کے حل کے لیئے اسمبلی میں علما مشائخ کی نشست سے ایم۔ایل۔اے پیر سید علی رضا بخاری کی قرارداد نمبر 199 کی شق "D" کی رو سے اسمبلی نے 13 اکتوبر 2020 کو یہ فیصلہ دے دیا کہ گراس روٹ لیول پر ختم نبوت کا حلف نامہ نافذ کر کے قادیانیوں اور مسلمانوں کو علیحدہ علیحدہ شناخت دینے کی غرض سے اگر آزاد جموں و کشمیر عبوری آئین 1974 میں مزید کوئی ترمیم کرنا پڑے تو یہ اسمبلی ایسی ترمیم ضرور کرے گی۔

اس طرح اسمبلی نے عدالت کی طرف سے آئینی ترمیم کے لیئے حکومت کو دی گئی ڈائریکشن کی توثیق بل کے متعارف ہونے سے قبل ہی کر دی۔

واضح رہے کہ 13 اکتوبر 2020 کو پاس ہونے والی اس قرارداد کو ایک طرف رکھتے ہوئے بھی یہ اسمبلی اپنے 28 اپریل 1973 کے اجلاس میں میجر محمد ایوب خان مرحوم کی طرف سے پیش کردہ قرارداد کو پاس کرتے وقت اس کی شق "ب" کی رو سے بہت عرصہ پہلے ہی مسلمانوں اور غیر مسلموں کے فرنچائز الگ کرنے کی خاطر قادیانیوں کی علیحدہ رجسٹریشن اور ان کی مسلمانوں سے ہر سطح پر علیحدہ نمائندگی کے حق کو تسلیم کر چکی ہوئی ہے 13 اکتوبر کی قراردادوں کے پاس ہونے کے بعد اسمبلی کی طرف سے حاصل کردہ آکسیجن کا سہارا لیتے ہوئے متذکرہ عدالتی فیصلہ پر عمل درآمد کی خاطر "تحریک تحفظ ختم نبوت آزاد کشمیر" نے حکومت کے ان 4 آفیسران کو درخواست دے دی جنہیں عدالت نے بلا قیمت اپنی طرف سے فیصلہ کی کاپی فراہم کی تھی ان میں سے چیف سیکرٹری کے دفتر میں زیر وصولی نمبر 11179، پرنسپل سیکرٹری برائے وزیر اعظم زیر وصولی نمبر 4271، سیکرٹری قانون زیر وصولی نمبر 8974 اور الیکشن کمیشنر آزاد جموں و کشمیر زیر وصولی نمبر 1007 وصول ہو چکی، جملہ وصولی نمبرات مورخہ 19 اکتوبر 2020 کے ہیں۔ عدالتی فیصلہ پر عمل درآمد کے حوالہ سے درخواست گزاران کی جانب سے پتہ براری جاری ہے، چیف سیکرٹری کے دفتر میں درخواست پر نمبر لگنے کے بعد شعبہ وصولی و روانگی ڈاک میں اس پر آج تک کوئی ایسا روانگی نمبر نہیں

مل سکا جس سے یہ اندازہ ہو کہ چیف نے اسے کہیں آگے بھیجا ہے۔ .وزیر اعظم کے دفتر میں متذکرہ درخواست کی حرکت اس حد تک معلوم ہو سکی ہے کہ پرنسپل سیکرٹری کے پرائیویٹ سیکرٹری کے مطابق یہ درخواست وزیر اعظم کے APSO کو زیر روانگی نمبر 2657 مورخہ 20 اکتوبر 2020 کو ارسال کر دی گئی تھی اس سے آگے کی بابت سراغ رساں معلوم کرنے کی کوشش میں ہیں کہ پھر کیا ہوا . سیکرٹری قانون کے دفتر میں بھی پتہ براری جاری ہے مگر کوئی مکمل نتائج نظر نہیں آرہے اور یہی حال الیکشن کمیشن کا بھی ہے۔

اس روئیداد کو ایک طرف رکھتے ہوئے امر واقعہ یہ ہے کہ حکومت نے آئین میں 14 ویں ترمیم کر دی ہے اور اس میں کوئی ایسی ترمیم نہیں ہوئی جو ختم نبوت کے عقیدہ کو تحفظ فراہم کرتی ہو یا جس کا حکم عدالت نے اپنے فیصلہ میں دے رکھا ہے .واضح رہے کہ نکاح کے پرت میں ختم نبوت کا حلف نامہ شامل کرنے کے لیئے کسی آئینی ترمیم یا قانون سازی کی ضرورت اس لیئے نہیں ہے کہ نکاح مسلمان اور مسلمان کے مابین ہوتا ہے اور اس کے لیئے فقط ایک حکومتی نوٹیفکیشن کافی تھا جس کی خاطر امتِ محمدیہ کی طرف سے بذریعہ "عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت آزاد کشمیر" , "تحریک تحفظ ختم نبوت آزاد کشمیر" اور "سیرت کمیٹی اہل سنت والجماعت مظفر آباد" کی ایک مشترکہ درخواست 15 جون 2020 کو زیر وصولی نمبر 52 وزارت مذہبی امور میں دے دی گئی تھی تاہم پاکستان کی طرح ووٹر اندراج فارم میں ختم نبوت کا حلف نامہ شامل کرنے کے لیئے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے فرنچائز آئین میں الگ کرنا اس لیئے ضروری ہے کہ یہ حلف نامہ صرف مسلمانوں کے فرنچائز میں داخل ہونے کے لیئے ایک بنیادی شرط ہے اور غیر مسلم اس سے مستثنیٰ ہیں . عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور ردِ قادیانیت کی خاطر نئی نسل کی ابتدائی معلومات کے لیئے پہلی جماعت سے لیکر بی. اے تک کا مرتب شدہ ایک جامع نصاب جو کہ صوبہ خیبر پختون خواہ میں پہلے سے رائج ہے کا ایک مکمل سیٹ معہ درخواست "اہل سنت سوادِ اعظم" اور "جمعیت العلمائے اسلام آزاد جموں کشمیر" کے قائد مولانا قاضی محمود الحسن اشرف کی طرف سے چند ماہ پہلے وزیر تعلیم کو دے دیا گیا ہوا ہے جس پر ہنوز کوئی کاروائی ہوتا نہیں پائی جاتی اور یہی نصاب معہ فیصلہ آزاد جموں و کشمیر ہائی کورٹ "تحریک تحفظ ختم نبوت آزاد کشمیر" کے صدر مولانا عبد الوحید قاسمی کی طرف سے ایک مکتوب کے ساتھ حال ہی میں وزیر اعظم آزاد کشمیر کو بھی ارسال کر دیا گیا ہوا ہے. اس سست روی اور غیر سنجیدگی کو بھانپتے ہوئے دوسری طرف قادیانی ایک تو مسلمانوں کے باہم مسلکی اور فرقہ وارانہ اختلافات کو لیکر عام مسلمانوں کو علما کے خلاف کرنے اور خود کو مسلمان ظاہر کر کے اسلامی معاشرہ میں رشتہ داریاں تک کر لینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور یوں مسلمانوں کو بھی مرتد کر کے مرزائی بنا لیتے ہیں۔

مثال کے طور پر مظفر آباد کے گاؤں موہڑہ مشمبہ اور میرہ سردہ میں تلہ گنگ چکوال کے اسحاق ملعون نے سلسلہ چشتیہ قادریہ کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کو علما کے خلاف کرتے ہوئے گھکھہ راجپوت قبیلہ میں اپنی بیعت کی واردات ڈال کر ان کے ایمان پر اس طرح ڈاکہ ڈالا کہ اس کے نزدیک ایک تو قادیانی مسلمان ہیں , مرزا قادیانی بھی (نعوذ باللہ) ایک نبی ہے اور اسی طرح سدھنوتی پلندری کے گاؤں بارل کے سدھن قبیلہ کے ایک فرد سردار فاروق کو قادیانی جماعت نے کہیں مرتد کر کے قادیانی بنا لیا تھا علاقہ میں اس کے بیٹوں بیٹیوں کی شادیاں مسلمانوں میں ہوتی رہیں اور کسی کو کوئی خبر نہ ہوئی کہ یہ ایک قادیانی فیملی ہے جب اس کی ایک پوتی کی شادی اپنے ماموں زاد سردار سخاوت خان کے بیٹے سے ہوئی اور اسی دوران کوٹلی میں موجود قادیانیوں سے بھی اس فیملی کی رشتہ داریاں ہونے لگیں تو اس راز سے پردہ اٹھ گیا کہ سردار فاروق اور اس کا سارا خاندان مرزائی ہے جب تک سردار سخاوت کے بیٹے ساجد محمود کے ہاں سمیرا امتیاز پیدائشی قادیانی کے بطن سے اس کے تین پوتے پوتیاں بھی پیدا ہو چکے تھے .باپ نے بیٹے پر زور دیا کہ وہ بیوی کو مسلمان کر لے . اگر اسلام قبول نہیں کرتی تو فارغ کر دے اس کی دوسری شادی کسی بھی مسلمان خاندان سے کرا لی جائے گی اور اس کی اولاد کو دادا دادی اور پھوپھیاں ماں کی کمی محسوس ہونے نہ دیں گے . آخر مائیں مر بھی تو جاتی ہیں لیکن بیٹا اپنے باپ کی کسی بھی بات میں نہ آیا . باپ بیٹے کے نکاح کو روالا کوٹ ضلع قاضی سے منسوخ بھی کرا لایا مگر پھر بھی دونوں میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلقات آج بھی بدستور قائم ہیں . اس دوران بیٹے نے باپ کے سامنے جب اس بات کا اقرار کر لیا کہ وہ خود بھی قادیانیت کو قبول کر چکا ہے تو باپ نے اپنی واحد نرینہ اولاد بیٹے کو گھر سے چلتا کیا اور کہا کہ اس گھر میں تمہارا داخلہ اس وقت تک بند ہے جب تک کہ تم قادیانیت سے تائب ہو کر میرے نبی کی آغوشِ نبوت میں واپس نہیں لوٹ آتے . علاقہ میں سردار سخاوت کے علاوہ قادیانی فیملی کے کسی بھی مسلمان رشتہ دار نے اس طرح کا انتہائی قدم نہیں اٹھایا بلکہ وہ تقدیر کا لکھا تسلیم کر کے بیٹھ گئے یا قادیانیت کے حوالہ سے نرم گوشہ اختیار کر لیا ہے۔ سخاوت نے اس مسئلہ کو لیکر ضلع سدھنوتی کی عدالتوں اور تھانوں کے چکر لگانے شروع کیئے لیکن کہیں پر اس کو اس لیئے کوئی دادرسی نہ مل سکی کہ کہیں تو قادیانی فیملی کے پولیس اہلکار اپنی چالاکی دکھانے میں کامیاب ہو گئے اور کہیں عدالت نے قرار دیا کہ یہ معاملہ اس کورٹ کے دائرہ سماعت میں نہیں بلکہ فلاں عدالت سے متعلقہ ہے اس طرح سخاوت وہاں کی سب عدالتوں سے ہی قانون کی موشگافیوں کے باعث ناکام رہا اور ضلع کوٹلی کی عدالتوں میں جا پہنچا جہاں پر اس کے پوتے پوتیاں ایک قادیانی کے گھر زیر تعلیم ہیں . اس نے گارڈین کورٹ میں اپنا کیس اس موقف کے ساتھ دائر کیا کہ وہ ایک مسلمان ہے۔ اس نے جب اپنے بیٹے کی شادی کروائی تو بیٹا بھی مسلمان تھا اس طرح اس کے پوتے پوتیاں ایک مسلمان کی اولاد ہے اب چونکہ بیٹا مرتد ہو کر قادیانی ہو چکا ہے اور بہو پیدائشی قادیانی ہے لہذا عدالت اسے اپنے مسلمان پوتے پوتیوں کا گارڈین مقرر کرے۔ اگر فیصلہ اس کے حق میں نہ ہو سکا تو 4 بچے جو کہ اپنی فطرت میں مسلمان ہیں , قادیانیوں کے زیر تربیت رہ کر قادیانی ہو جائیں گے۔

فاضل گارڈین کورٹ نے مقدمہ کوایک عرصہ تک سننے کے بعد 29 اکتوبر 2020 کو مسلمان دادا کو اپنے پوتے پوتیوں کا گارڈین مقرر کردیا لیکن اپیل کی مدت کے اندر ہی قادیانیوں نے یہ موقف اختیار کرتے ہوئے کہ وہ مسلمان ہیں گارڈین کورٹ کے فیصلہ کے خلاف ملک اصغر علی ایڈوکیٹ کے ذریعہ آزاد جموں و کشمیر ہائی کورٹ کے شریعت بینچ میں اپنی اپیل دائر کرکے حکم امتناعی حاصل کرلیا ہے ۔ گارڈین کورٹ میں تو قادیانی باوجود متعدد مواقع فراہم کرنے کے مقدمہ کی جواب دہی کے لیئے وکالتاً یا اصالتاً حاضر ہی نہ ہوئے تھے مگر ہائی کورٹ میں اپنے قادیانی ہونے کا یہ فائدہ حاصل کرنے کے لیئے آگئے کہ معاملہ کو ایک وقت تک الجھا کر وہ امریکہ کینیڈا یا یورپ کے کسی ملک میں بال بچوں سمیت سیٹل ہوجائیں گے ۔ قادیانیوں کی اپیل کے جواب دعویٰ کے لیئے سردار سخاوت نے محمد نوراللہ قریشی ایڈوکیٹ کے ذریعہ ایک طرف یہ جواب دعویٰ پیش کیا کہ آزاد جموں کشمیر عبوری آئین 1974 کے آرٹیکل 4(10) کی رو سے مسلمان کا ارتداد ایک گھناؤنا اور آئینی جرم ہے لہذا اپیل کنندگان کسی قسم کی رعایت کے مستحق نہ ہیں ، شریعتِ محمدیہ میں بھی ارتداد ایک سنگین جرم ہے اور ساتھ یہ درخواست بھی دے دی کہ قادیانی میرے پوتے پوتیوں کو جن کا میں گارڈین مقرر ہوا ہوں بیرونِ ملک لے جانے کے درپے ہیں کہ وہ انہیں قادیانی بنالیں گے۔ عدالت نے 24 دسمبر 2020 کو سردار سخاوت کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے آزاد کشمیر کے سیکرٹری داخلہ کو اپنا یہ حکم جاری کیا ہے کہ حکومت آزاد کشمیر بچوں کو آزاد کشمیر کی جغرافیائی حدود سے باہر نہ لے جانے کو یقینی بنائے۔

قادیانی جماعت سدھن قبیلہ پر اس لیئے بھی فوکس کیئے ہوئے ہے کہ ایک تو یہ قبیلہ اپنی فطرت میں بہادر ہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ قادیانیوں نے سدھنوں سے اپنی ایک سابقہ اس خفت کا بھی بدلہ چکانا ہے کہ جب انہوں نے اپنے پلان کے مطابق انگریزوں کی آشیرباد سے 4 اکتوبر 1947 کو غلام نبی گلکار قادیانی کی سربراہی میں "جمہوریہ کشمیر" کے نام سے ایک مرزائی حکومت کی بنیاد رکھی تھی تو سردار محمد ابراہیم خان نے 24 اکتوبر 1947 کو "آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر" کے نام سے ایک مسلمان حکومت قائم کرکے قادیانی پلان کو ملیامیٹ کردیا تھا. حکومت آزاد کشمیر اس معاملہ کو لیکر اگر شروع سے سنجیدہ ہوتی تو وہ مسلمانوں کے نکاح کے پرت میں ختمِ نبوت کا حلف نامہ بہت پہلے سے شامل کرچکی ہوتی تاکہ کہیں پر بھی اس قسم کے حالات پیدا ہونے کا سرے سے کوئی اندیشہ ہی پیدا نہ ہو پاتا۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین 1973 میں وزیراعظم اور صدرِ پاکستان کے عہدوں کے حلف کی عبارت میں سیدنا محمدِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین کی ختمِ نبوت کے لیئے یہ تفصیل بھی موجود ہے "آپ علیہ السلام نبیوں میں سے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا ."جب کہ آزاد جموں وکشمیر عبوری آئین 1974 میں وزیراعظم اور صدرِ آزاد کشمیر کے حلف ناموں میں متذکرہ تفصیلی جملے موجود نہ ہیں ، اس معاملہ اور پاکستان کی طرح قادیانیوں کے لیئے غیر مسلم کی حیثیت سے علیحدہ ووٹر لسٹوں کی تدوین کی خاطر آزاد جموں وکشمیر اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی اپنی طرف سے سفارشات زیرِ نمبر 07-1301 ن ک/ مورخہ 4 نومبر 2019 حکومتِ آزاد کشمیر اور الیکشن کمیشن آف آزاد جموں وکشمیر کو ارسال کی تھیں کہ صدرِ ریاست اور وزیراعظم آزاد حکومت کے عہدوں کے حلف ناموں کو وزیراعظم اور صدرِ پاکستان کے حلف ناموں کے عین مطابق کردیا جائے اور قادیانیوں کی مسلمانوں سے الگ ووٹر لسٹ بھی مرتب کی جائے مگر کونسل کی یہ تحریک بھی سرخ فیتے کی نظر ہوگئی۔

یوں تو آزاد کشمیر حکومت نے 6 فروری 2018 کو اپنے ریاستی آئین میں ترمیم کرکے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر وسیع پیمانے پر اپنے لیئے داد وصول کرلی مگر اس آئینی ترمیم کا زیادہ فائدہ مرزائیوں کو ہی مل رہا ہے وہ اس طرح کہ اس آئینی ترمیم سے کسی قسم کی ذیلی قانون سازی کا کوئی راستہ نہیں کھلتا ، ہاں قادیانی اس سے یہ فائدہ ضرور حاصل کرسکتے ہیں کہ طاغوتی ریاستوں میں انہیں اس تعریفی کلاز کو لیکر ٹھہرنے کا اور سیاسی پناہ حاصل کرنے کا موقع ہاتھ آگیا ہے۔

ریاست کے مسلمان 12 ویں آئینی ترمیم سے قبل بھی قادیانیوں کو غیر مسلم ہی سمجھتے تھے ، اگر تو ریاست کے آئین میں مسلمانوں اور قادیانیوں کے الگ الگ فرنچائز قائم ہوجاتے جیسا کہ پاکستان کے آئین 1973 کی رو سے وہاں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے علیحدہ علیحدہ فرنچائز قائم شدہ ہیں تو پھر ایسی آئینی ترمیم کی ذیل میں ایسی قانون سازی کا راستہ کھل سکتا تھا جس سے کہ پاکستان کی طرح گراس روٹ لیول پر ختمِ نبوت کا حلف نامہ نافذ ہوکر قادیانی اور مسلمان الگ الگ نظر آتے ۔ حیران کن بات یہ کہ متذکرہ ضروری آئینی ترمیم اور ذیلی قانون سازی کے لیئے عدالتی احکامات ، اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات اور قانون ساز اسمبلی کی قراردادیں کھوکھاتے جارہی ہیں اور حکومت اپنی مرزائی نوازی کی روش پر ڈھٹائی سے قائم ہے۔ لگتا ہے حکومت اس وقت تک سنجیدہ نہ ہوسکے گی تاوقت یہ کہ اسے تحریکِ لبیک کے فیض آباد دھرنے کی طرح کے کسی راست اقدام کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ آزاد جموں وکشمیر عبوری آئین 1974 کے آرٹیکل 4(10) میں جہاں اس کی ذیلی (a) اور (b) میں ہر فرد اور ہر کمیونٹی کو مذہبی آزادیاں دی گئی ہیں اس کے بعد کی عبارت میں مسلمان کے ارتداد کو جرم قرار دیتے ہوئے اس سمت میں قانون سازی کرنے پر بھی زور دیا گیا تھا مگر عرصہ 47 سال گزر جانے کے باوجود آئینی صراحت کے مطابق کوئی قانون سازی نہیں کی گئی۔

Monthly Mujjalah
AL-HAQIQA
Reg No: C.P.L.208
February 2021

